الله
رسول
محمد

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماھنامہ

المُرشِد

جون 2010ء

خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ وَخَيْرُ الرِّزْقِ مَا يَكْفِيْ (الحدیث)

بہترین ذکر، ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جس سے ضروریات پوری ہوں

عقیدت، ادب اور اطاعت یہ تین چیزیں ہیں جن میں سے ایک چیز بھی نہ ہو تو (تصوف میں) کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

امیر محمد اکرم اعوان

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجددؒ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

جون 2010ء جمادی الثانی / رجب
جلد نمبر 31 شمارہ نمبر 10
مدیر محمد اجمل
سرکولیشن منیجر : رانا جاوید احمد
قیمت فی شمارہ 25 روپے
PS/CPL#15

فہرست

اداریہ	ابوالاحمدین	5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
تربیۃ السالکین	امیر محمد اکرم اعوان	9
سیدنا ابوبکر صدیقؓ	ابوالاحمدین	13
مسلمانوں کی تاریخ اور اہمیت ایام	امیر محمد اکرم اعوان	19
معیت رسالت	امیر محمد اکرم اعوان	21
مولانا اللہ یار خان کا راولپنڈی کا ایک دورہ	جمیل شاہ	31
حقیقی خسارہ آخرت کا انکار	امیر محمد اکرم اعوان	36
واقعہ معراج النبی ﷺ (سوال و جواب)	امیر محمد اکرم اعوان	42
چراغ مصطفوی ﷺ	پروفیسر عبدالرزاق	48
ANNUNCIATION OF THE PROPHET (SAW)		55
HAYAT-E TAYYEBAH		58

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562255, email: daraulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

غذا کا اثر

اے ایمان والو! یہ سب چیزیں میں نے تمہیں روزی میں دی ہیں اور نوع انسانی کے لئے یہ سارا نظام ہے مگر یاد رکھو! ان میں سے طیب کھاؤ یعنی پاکیزہ کہ حلال بھی ہو اور پاک بھی کہ طیب صرف حلال ہی نہ ہوگا بلکہ پاک بھی ہو۔ اصل میں انسانی مزاج غذا ہی سے تعمیر پاتا ہے۔ حرام غذا کی ایک خاص نحوست اور کیفیت ہوتی ہے جو اللہ سے دور کرتی ہے اور شیطانی القاء کو قبول کرتی ہے۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ بہت سے طویل السفر اور پریشان حال اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے اور یارب! یارب! پکارتے ہیں مگر کھانا پینا، لباس ان کا حرام ہوتا ہے۔ دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ حرام سے حاصل کی گئی قوت زبان حق بیان نہیں کر سکتی اور کان حق نہیں سن سکتے، آنکھوں میں حیا نہیں رہتی اور دل میں نور نہیں رہتا، انسان پر شیطان کا اثر قوی ہو جاتا ہے اور وہ اسی کے نقش قدم پر چل نکلتا ہے۔

رزق حلال سے ایک نور دل میں پیدا ہوتا ہے۔ حق گوئی اور حق پرستی کی قوت نصیب ہوتی ہے۔ عبادات کے لئے دل میں ذوق پیدا ہوتا ہے اور دل کی آہ عرش تک پہنچتی ہے اور گناہ سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور اللہ کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ اگر تم صرف اللہ کی عبادت کرنے والے ہو تو حلال کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اور محض اپنی طرف سے کوئی شخص قید لگا کر کسی شے کو حرام نہیں کر سکتا بلکہ حرام وہی ہیں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

ہماری پہچان لا الہ الا اللہ

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا

اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں بھی

سب سے پہلے مسلمان! مسلمانانِ ہند جب اس بنیاد پر متحد ہو گئے تو مملکت خداداد معرض وجود میں آئی۔ اس وقت تحریک پاکستان کا محور ایک ہی نعرہ تھا' پاکستان کا مطلب کیا' لا الہ الا اللہ اور اس نعرے کو نظریہ پاکستان قرار دیا گیا۔ جب ہماری اوّلین پہچان ہمارا مسلمان ہونا ٹھہری تو نگاہ جغرافیائی حدود سے گزرتی ہوئی حرم تک پہنچی جس کے ساتھ پورا عالم اسلام منسلک ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

اس طرح نظریہ پاکستان ہی سے اتحاد ملت اسلامیہ کے جذبوں نے جنم لیا اور پوری دنیا پاکستان کو عالم اسلام کے قائد کی حیثیت سے دیکھنے لگی۔ یقیناً پاکستان کا یہ کردار دنیائے کفر کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

سب سے پہلے پاکستان' پھر مسلمان! فکر امہ کو پارہ کرنے کے لئے حکومتی سرپرستی میں یہ دوسرا نعرہ لگایا گیا لیکن اسے پذیرائی نہ مل سکی اگرچہ کہیں کہیں اس کی بازگشت اب بھی سنائی دیتی ہے۔ جب پاکستان کی بات ہوگی تو نظریہ پاکستان کی بات ہوگی' لا الہ الا اللہ جس کا جزو لاینفک ہے۔

صیہونیت نہیں چاہتی کہ دنیا میں کوئی طاقت اس قدر مضبوط ہو جو بلاشرکت غیرے اس کے پنجۂ استبداد کے سامنے ٹھہر سکے۔ یہ اس کے پروگرام کا اہم حصہ ہے کہ ہر ملک کو لسانی اور نسلی بنیادوں پر تقسیم در تقسیم کر دیا جائے جن میں سے کسی ایک میں بھی اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کی سکت نہ ہو۔ اس پروگرام پر اس تیزی سے عمل ہو رہا ہے کہ کل تک جو ملک خود انحصاری کی صلاحیت رکھتے تھے' اب اس سے محروم ہو چکے ہیں جن میں پاکستان کا بھی شمار ہونے لگا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کوشش بھی ہو رہی ہے کہ پاکستان کے اتحاد کو مزید اکائیوں میں تقسیم کرتے ہوئے مفادات اور وسائل کے تنازعوں میں الجھا دیا جائے۔ اب جو نعرے سامنے آ رہے ہیں ان میں مسلمان اور پاکستان کی پہچان پر پنجابی' سندھی' پختون' بلوچ اور مزید نسلی اور لسانی پہچان کے نعرے غالب نظر آتے ہیں اور نعرہ لگانے والوں کو خود بھی پتہ نہیں کہ وہ کون سی پہچان کو گم کرنے کے درپے ہیں۔ ہماری اصل پہچان یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں اور دوسری ہر پہچان کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ' یہی نظریہ پاکستان ہے اور دوسرا ہر وہ نعرہ جو اس سے متصادم ہے قابل قبول نہیں اور یہ ممکن بھی نہیں۔ لا الہ الا اللہ کو ہماری پہچان سے کھرچنا کیسے ممکن ہے جبکہ ہماری مساجد سے شب و روز لا الہ الا اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور ہم نے اس دنیا میں اپنی آئندہ نسل کا استقبال کرتے ہوئے ان کے کانوں میں اذان کہنا ترک نہیں کیا۔ ہم نہیں ہوں گے لیکن ہماری آئندہ نسل لا الہ کی امین ہوگی جو ہماری اصل پہچان ہے۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردسفر	نشان منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر
متاع فقیر	آس جزیرہ
دیدہ تر	

آپ کی شاعری کیا ہے؟

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں۔

"میں ان کی شاعری کے لیے تنقیدی بات کیا کہوں مجھے وہ صرف شاعر کی حیثیت میں دکھائی نہیں دیتے۔ یہ تو ذوق وشوق اور جوش وخروش کی بے نیازی ہے جو نت نئے اظہار کے لیے کوئی نہ کوئی قرینہ اختیار کرتی رہتی ہے۔ طوفانوں سے آشنائی رکھتے ہوئی دریا میں موجیں بے قابو بھی ہوتی ہیں۔ اکرم صاحب نے علمی وادبی، تخلیقی وتہذیبی، دینی ودنیاوی حوالے سے کسی لہر کو بے مہار نہیں ہونے دیا۔ شاعری آسانی سے اور پوری طرح مغلوب نہیں ہوتی۔ اکرم صاحب کی شاعری سیل وفا کی یلغار نہیں۔ بپھرتے ہوئے پانیوں کو کناروں میں رکھنا کسی بے کنار جذبوں والے آدمی کا کام ہے۔ شاعری میں ضابطے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اس لیے یہ پیغمبروں کا شعار نہیں رہا اور شاعری کو شیوۂ پیغمبری بھی کہا گیا ہے۔ اس کے آگے کچھ کہنے کے لیے جس احتیاط کی ضرورت ہے مجھ سے اس کا پورا اہتمام نہیں ہو سکے گا۔ بات کہنے کے لئے احتیاط چاہیے تو سننے کے لیے بھی اتنی ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔

شاعری جزو ایست از پیغمبری

اکرم صاحب سے بڑھ کر پیغمبروں والا کام کون کر رہا ہے۔ کاش ہمارا زمانہ انہیں اچھی طرح پہچان لے تو زندگی کچھ اور زندگی بن جائے۔"

نعت

تھا یہ مشتِ خاک' حصہ خاک کا
بن گیا راہی یہ عرش پاک کا

تا ابد روشن جہاں سارا ہوا
ذات تیری ہے سمندر نور کا

تشنۂ لب سیراب ہوتے ہیں جہاں
فیض کا تیرے سمندر بیکراں

خلق کی سب خوبیاں' حسن و جمال
ذات تیری سب کمالوں کا کمال

علم انسان اس سے آگے کچھ نہیں
تو ہے دو جگ کے حسینوں کا حسین

آدمی سمجھے گا کیا تیرا مقام
بعد اللہ کے فقط تیرا ہے نام

اپنا ہے ایمان تیرا پاک نام
سارے نبیوں میں تیرا اونچا مقام

ہے دعا سیماب کی محبوبِ ربّ
تا ابد ہم کو غلامی ہو نصیب

اقوالِ شیخ

جب یہ کہا جائے گا کہ انبیاء بھی بشر ہوتے ہیں' انسان ہوتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ بھی انسان ہیں' بشر ہیں تو ساتھ یہ اقرار بھی ہوگا کہ بشریت انسانیت کی انتہا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ پر کوئی دوسرا انسان اللہ نے پیدا نہیں کیا۔ یعنی فضائل انسانیت' کمالات انسانیت اور کمالات بشریت جو ہیں وہ تمام ہو گئے آپ ﷺ کی ذات پر۔ آپ ﷺ ہی خیر البشر ہیں۔

جب دنیاوی کاموں کے لئے اللہ کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں' دولت جمع کرنے کے لئے اللہ کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں کسی دوسرے کی خوشامد کرنے کے لئے تو ان سب امور میں دراصل ہم عبادات کر رہے ہوتے ہیں اسی ہستی کی جس کو راضی کرنے کے لئے یا جس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہم اللہ کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں۔

ایک انسان رات بھر اگر اللہ اللہ کرتا رہے اور چند لمحے نااہلوں کی صحبت میں گزار دے تو بنائِ تعمیر کی نسبت تخریب آسان ہوتی ہے۔ رات بھر میں جو اس نے تعمیر کی ہے اسے ان کی ایک بات ضائع کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

روح کے اپنے حواس وادراکات ہیں اور بدن کے اپنے۔ اگر روح کو نورِ ایمان نصیب ہو تو برکات نبوت سے اس کی ادراکات کو جلا ملتی ہے اور اس کی نگاہ آخرت' عالم بالا اور برزخ سب تک پہنچتی ہے اور یوں اسے عین یقین نصیب ہوتا ہے پھر بدن کے حواس روح کی نظر کے تابع ہو کر اطاعت الٰہی میں سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔

تجلیات ذات جو ہیں ان کو انسان کے سوا دوسری مخلوق برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ ایک وصف ہے انسان میں اور یہ مطلق انسان میں ہے۔ اس لئے کوئی بھی دوسرا شخص مدتوں کا فر رہے۔ اگر اسے ایمان نصیب ہو جائے تو اس کا قلب منور ہو سکتا ہے وہ سارے انعامات قرب اور سارے منازل قرب، جتنے اللہ اسے نصیب کرے وہ حاصل کر سکتا ہے۔

تقویٰ ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو انسان کو اللہ کی نافرمانی سے روک دے اور عملاً اللہ کی عظمت سے آشنائی نصیب ہو۔

اللہ کا ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی اور کوئی ایسی چیز جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دل نور ذکر سے منور ہو جاتا ہے، وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے۔ ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پل صراط پر آگے آگے چلتا رہتا ہے (محدث حافظ ابن قیم)

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

تربیت السالکین

ماہانہ اجتماع 9 مئی 2010 دارالعرفان چکوال امیر محمد اکرم اعوان

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

(سورۃ الاعمران آیت 191-190)

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ لوگ جو ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں ہمیشہ کرتے ہیں ذکر دوام کرتے ہیں اور فکر کرتے ہیں زمینوں، آسمانوں کی تخلیق میں۔ وہ تفکر انہیں اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے پروردگار اتنی بڑی کارگاہ حیات تو نے فضول پیدا نہیں کی۔ تیری ذات پاک ہے تو ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ سادہ سا بامحاورہ ترجمہ میں نے آیات مبارکہ کا کیا ہے۔ دراصل آج میرا کوئی بیان کرنے کا دل نہیں ہے۔ تقریر کرنے کو دل نہیں ہے۔ قرآن حکیم نے ذکر دوام اور ذکر کثیر کا حکم دیا ہے اور براہ راست اور بالواسطہ جو علماء نے شمار کیا ہے وہ کم وبیش 800 مرتبہ اس حکم کی تکرار کی گئی ہے۔ اللہ کریم کا حکم دینا، اس مالک کا اشارہ فرمادینا کافی ہے، کسی کام کی اہمیت کے لئے اس کی تکرار فرمائی جاتی ہے، بار بار کہا جاتا ہے حتیٰ کہ خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سورۃ المزمل میں ارشاد فرمایا۔ یاد رہے سورۃ مُزَّمِّل نزول کے اعتبار سے پہلی پہلی آیات میں سے ہے جو نزول وحی کی ابتدائی آیات کے بعد نازل ہوئیں۔ جن میں ارشاد ہوا وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ﴿۸﴾ اپنے پروردگار کے نام کا ذکر، تکرار کرو اللہ، اللہ، اللہ اور اتنی کریں کہ انقطاع عن الخلق، مخلوق یاد نہ رہے صرف مالک یاد رہ جائے، تَبَتَّلْ کہتے ہیں، کلی طور پر کٹ جانے کو، اور تَبَتَّلْ کیسا ہے، وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا جس میں انقطاع کا حق ادا ہو جائے۔ حضور اکرم ﷺ کا وجود عالی صرف ذاکر نہ تھا بلکہ جو لباس حضور اکرم ﷺ پہنتے وہ ذاکر ہو جاتا، جو جوتا حضور اکرم ﷺ پہنتے وہ ذاکر ہو جاتا، جس جگہ پر زمین پہ قدم مبارک آتا وہ ذرات ذاکر ہو جاتے۔ اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر یہ ارشاد اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ ذکر دوام سے کوئی بھی بے بہرہ نہیں رہ سکتا۔ دلائل السلوک میں دیکھئے، علمائے متقدمین نے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی چیزیں وہاں جمع فرمادی ہیں کہ علمائے متقدمین نے ہر مسلمان مردو

عورت کے لئے اسے فرض کہا ہے اس کا حصولِ احباب کو الحمد للہ جس طرح ذکر کرنے کا شوق ہے اسی طرح ایک شوق یہ بھی ہوتا ہے کہ دوسروں کو بھی نصیب ہو۔ یہ وہ دولت ہے جو بانٹنے سے بڑھتی ہے۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کو سکھایا جائے، بتایا جائے اور یہ ضروری بھی ہے لیکن ایک بات، ایک اصول یاد رکھیں کسی بندے کو اس پہ مطمئن کرنا یا اس کی ضرورت کا احساس دلانا اس پہ قائل کرنا یہ اور بات ہے اور کسی کو خواہ مخواہ پکڑ کر لے آنا کہ تم آؤ تو سہی، تم دیکھو تو سہی یہ دوسری بات ہے۔ یہ کیفیات قلبی ہیں اور قلوب سے قلوب کو نصیب ہوتی ہیں۔ ان میں عقیدت، ادب اور اطاعت یہ Three Face چیزیں ہیں یہ جن میں سے ایک چیز بھی نہ ہو تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بنیادی بات عقیدت کی ہے عقیدت ہو اور ادب نہ ہو تو بھی بات نہیں بنتی۔ عقیدت بھی ہو اور ادب بھی ہو اور اطاعت نہ ہو تو بھی بات نہیں بنتی۔ تو بنیادی طور پر فائدہ حاصل کرنے کے لئے یہ تین چیزیں ضروری ہیں۔ اگر آپ کسی کو لانا چاہتے ہیں، ضرور لائیں۔ اللہ کا گھر ہے اور ہر ایک مسلمان کے لئے کھلا ہے۔ ہر انسان کے لئے کھلا ہے۔ لیکن لانے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو وہ عقیدت کے ساتھ آئے اور کوئی محض اعتراض کرنے کے لئے آتا ہے تو اسے اجتماعات میں نہ لائیں۔ اجتماعات ان لوگوں کے لئے ہیں جو حصول فیض کے لئے آتے ہیں۔ معترض کے لئے کوئی راتوں کو نہیں جاگتا۔ معترض کے لئے کوئی زندگیاں وقف نہیں کرتا، معترض کے لئے کوئی ساری عمریں نہیں لگاتا۔ ہاں کسی کو شوق ہو، اعتراض کرنے کا، مناظرے کرنے کا، تو میں تو سارا دن سڑک پہ بیٹھا ہوتا ہوں۔ آ کر اعتراض بھی کر لیتے ہیں۔ اعتراض دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اعتراض ہوتا ہے علمی انداز میں کسی چیز کو سمجھنے، سمجھانے کے لئے۔ سمجھ نہ آسکے تو سوال۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سوال ہمیشہ جہالت ہوتا ہے۔ بندہ نہیں جانتا تو سوال کرتا ہے۔ جواب علم ہوتا ہے۔ سوال تو کیا جا سکتا ہے کہ لیکن اعتراض جو ہوتا ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ وہ کسی دلیل پہ نہیں ہوتا، وہ آپ کی ذاتی سوچوں پہ ہوتا ہے، کسی بندے کو آپ اچھا نہیں سمجھتے تو وہ ڈیوٹی بھی کرے آپ اس پر اعتراض کریں گے کسی کو آپ صحیح نہیں سمجھتے تو آپ کے اعتراض کی کوئی بنیاد ہو نہ ہو وہ پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ تو پچھلے اجتماع میں کوئی ساتھی کسی کو پکڑ کر لے آئے بڑا عجیب وغریب خط اس نے لکھا اور بودے سے اعتراضات کئے۔ یہ رواج جو لوگوں نے نکالا ہے کاش کوئی ذرا دیکھ سکتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہے۔ بعض لوگوں نے کوشش کی ہے کہ خود تو منصب کی کرسی پر بیٹھ گئے اور صحابہ کرامؓ کو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا ہے اور پھر Judgments پاس کی ہیں، فیصلے دیئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے یہاں غلطی کی اور حضرت عمرؓ نے یہاں غلطی کی تو یہ چیزیں تو لوگوں نے کہیں بھی، لکھیں بھی لیکن اس کے نتائج کیا ہوتے ہیں۔ کاش! کوئی دیکھ سکتا، کسی کی ذات اچھی ہے یا بری، یہ تو اللہ جانتا ہے اور اسے حق ہے حساب لینے کا۔ بندہ بندے سے حساب نہیں لے سکتا۔ اپنا حساب دینے کی فکر کرو۔ تو اس طرح کے بودے، لایعنی اعتراض پھر دور جا کے وہاں سے خط لکھنا، یہ عجیب بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ کم از کم بندے میں اتنی جرأت تو ہونی چاہیے کہ وہ برسرِ محفل بات کرے کہ جناب مجھے یہ اعتراض ہے اور جسے اعتراض ہے وہ اجتماع میں آتا کیوں ہے؟ کس نے کہا ہے کہ ضرور آؤ؟ تو یہ میری گذارش ہے کہ ایسے لوگوں کو، آپ کے دوست ہوتے ہوں گے انہیں زبردستی مت لائیے۔ اور پھر یہ اتنے دیانتدار ہوتے ہیں کہ اپنے اعتراض تو لکھ بھیجتے ہیں، جواب دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں خط ہی نہیں ملا۔ کیونکہ اس کا جواب ان کے پاس نہیں ہوتا۔ تو پھر کہتے ہیں کہ جی ہمیں تو خط ہی

نہیں ملا۔ بھئی! تمہارا خط مجھے مل گیا، میرا خط تمہیں کیوں نہیں ملا۔ کیوں؟ کیونکہ میری عادت ہے کہ میں نے پھرانہیں اعتراض کا جواب تو لکھ دیا تو پھر کئیوں سے رابطہ بھی ہوا تو جی نہیں۔ ہمیں جواب نہیں ملا تھا۔ اچھی بات ہے۔ ملنا بھی نہیں چاہئے تھا۔ کیونکہ پھر اعتراض باقی کوئی نہیں رہتا۔ لیکن وہ ان کی باتیں طبیعت کو مکدّر کر جاتی ہیں۔ آپ بھی انسان ہیں، میں بھی انسان ہوں۔ آپ کو دکھ ہوتا ہے، مجھے بھی دکھ ہوتا ہے، رنج ہوتا ہے۔ اگلے کو تکلیف ہوتی ہے، کوئی کسی سے زبردستی نہیں ہے۔ آپ تشریف لائیں۔ آپ کی عزت ہوتی ہے۔ آپ کو آرام کرنے کے لئے پہلے جگہ ملتی ہے۔ آپ کو نہیں پتہ کتنی مشکل سے ہم پانی پورا کرتے ہیں، صرف وضو کے لئے، پانی نایاب ہے اوسطاً دو ہفتے میں 20 ہزار، 18 ہزار، 19 ہزار کا پانی آتا ہے۔ جو قیمتاً خرید کر یہاں وضو کے لئے مہیا کیا جاتا ہے یہ کروڑوں روپے کی عمارتیں کوئی میری جاگیر نہیں ہیں، اللہ کے گھر ہیں، اللہ کے نام پر بنے ہیں، مساجد ہیں، ادارے ہیں، یہ سب آپ ہی کے لئے ہیں، آپ کے بچوں کے کام آ رہے ہیں، آپ کے کام آ رہے ہیں اور جب تک رہیں گے اسی کام کے لئے رہیں گے۔ تو چلو! ہم اچھے نہ سہی، بات اچھے برے کی نہیں ہے یہ معاملہ ہر ایک کا اللہ کے سامنے ہے بات اچھے برے کی نہیں ہے۔ بات اس نعمت کی ہے جو اللہ نے اپنے کرم سے اپنے نیک بندوں کے طفیل میری ذمہ داری لگا دی ہے۔ میں یہ جانتا ہوں، الحمد للہ کہ پاکستان نہیں، برصغیر میں، انڈو پاک میں کہیں کوئی شخص سات لطائف کرا سکتا ہو تو مجھے بھی بتائیے گا۔ میں اس شخص کی زیارت کرنا باعث ثواب سمجھوں گا۔ اس عہد میں یہ چیز عنقا ہو گئی ہے اور صرف آج نہیں اس سے پہلے بھی۔ جب ہم لطائف کیا کرتے تھے اس وقت ایک ساتھی ہوا کرتا تھا اسے مشاہدات بھی تھے۔ منازل بھی اچھے تھے، پھر اسے حضرت پہ اعتراض ہوا چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ جہان گرد قسم کا آدمی تھا، جہاں تک ممکن ہو سکا، پھرا۔ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موجود تھا، تو وہ شخص آیا کوئی سال یا ڈیڑھ سال کے بعد اور سفید رنگ کا ایک کپڑوں کا جوڑا ان سلا اس کے پاس تھا۔ حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا: پھر آ گئے ہو؟ کہنے لگا جی میں ممکن حد تک جہاں تک پہنچ سکتا تھا میں نے یہ پورا عرصہ سفر میں گزارا، بڑے بڑے نام سنے، بڑے بڑے سابقے لاحقے پڑھے، بڑی بڑی خانقاہیں، سب کا چکر لگا کر آیا ہوں۔ کسی کو لطائف کی خبر بھی نہیں۔ مجھے کوئی کیا کرائے گا یہ تو معاملہ بڑا نازک سا ہوتا ہے۔ حضرت نے اسے معاف تو کر دیا۔ لیکن حضرت نے کر دیا اللہ نے معاف نہیں کیا۔ ایسے بھٹکتا ہوا مر گیا اور جہاں تک میری معلومات ہیں مرنے سے پہلے اللہ کے وجود سے بھی انکار کر چکا تھا۔ یہ کیفیات جو ہوتی ہیں قلوب کی، یہ اتنی مضبوط، طاقتور اور راسخ ہوتی ہیں، کوئی صوفی یہ نہیں چاہتا کہ کوئی بندہ ایمان ضائع کر کے مرے لیکن جب یہ چیزیں جاتی ہیں تو پھر یہ ایمان کو بھی ساتھ لے جاتی ہیں۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ صوفیاء سے اگر فائدہ حاصل نہ کر سکو تو ان کی برائی نہ کرو۔ ان پر ایمان لانا شرط نہیں ہے لیکن ان کی برائی کرنے والے کافر تو نہیں ہوتے، فاسق ہوتے ہیں۔ لیکن مرتے عموماً کفر پر ہی ہیں۔ تو ایک بات میں تاکیداً عرض کروں گا ضرور لائیں، جسے جی چاہیں، لائیں۔ لیکن اسے لائیں جو بات سمجھنا چاہے۔ جو اپنی سمجھانا چاہتا ہے اسے کہیں آپ اپنا وقت لیں اور اپنی بات منواتے پھریں۔ یہ لمحات کسی مقابلے، کسی مناظرے، اپنے آپ کو پارسا ثابت کرنے کے لئے نہیں ہوتے۔ کون پارسا ہے، کون نہیں۔ کون نیک ہے، کون بدکار ہے، یہ فیصلہ اللہ کریم کا ہے اور حشر میں سامنے آئے گا۔ نہ میں جانتا ہوں، نہ آپ جانتے ہیں۔ ہمیں سب کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن ظن ہے، اچھی امید ہے، اچھا خیال ہے۔ لیکن یقینی

طور پر ہم نہیں جانتے وہ خود جانتا ہے کسی گناہ گار کو وہ معاف کر دے گا وہ قادر ہے وہ غفور الرحیم ہے کسی نیک آدمی کے کسی ایک جملے پہ وہ گرفت کرے گا یہ میرے اور آپ کے علم میں نہیں ہے۔ تو میری گذارش یہ ہے کہ جو لوگ سیکھنا چاہیں انہیں ضرور لائیں۔ جنہیں اعتراض کرنا ہو وہ اپنے طور پر آئیں اور مجلس میں آئیں۔ کریں بات، لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ آئیں بھی، پھر رہیں بھی، پھر وقت بھی لیں ہمارا، ایسا ایک آدمی بیٹھا ہو تو نقصان دوسروں کا بھی ہوتا ہے تو ضرور اچھی بات ہے۔ کوشش کریں لیکن یہاں ان لوگوں کو لائیں جن کو آپ قائل کر کے لاتے ہیں اور جسے اعتراض ہے وہ اپنا وقت لے کر آئے۔ سارا دن کھلے open سڑک پہ بیٹھے ہوتے ہیں وہ اپنا اعتراض بھی کر کے دیکھ لے۔ فی الوقت لوگ برا تو حکومت اور حکمرانوں کو کہہ رہے ہیں اور کہنا آسان بھی ہے۔ لیکن حکومتیں جو ہوتی ہیں وہ عوام کے کردار کا آئینہ ہوتی ہیں۔ اگر حکومت کا کردار صحیح نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا کردار خراب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **اعمالکم عمالکم** تمہارا کردار ہی تم پر حکومت کرے گا۔ تو اپنے کردار کو دیکھیں کہ کتنے لوگ ملتے ہیں۔ جو سچ بولتے ہیں، کتنے لوگ ہیں جو ملتے ہیں جو دیانتداری سے کاروبار کر رہے ہیں کتنے لوگ تھے جو دھوکہ نہیں دیتے، کتنے لوگ ہیں جو کسی کو نقصان نہیں دے رہے، کوئی بھی نہیں ملتا۔ صرف وہ بندہ آج جرم نہیں کر رہا جس سے ہو نہیں سکتا۔ تو کوشش کیجئے کہ اس ظلمت کے دور میں کچھ افراد ایسے ہوں جو اللہ کی رضا کے لئے، آخرت کے لئے، نبی کریم ﷺ کی محبت میں سچ بولیں، دیانتداری سے کام کریں، نیکی پہ کاربند ہوں، یقیناً ایسے ہی لوگوں کے طفیل دنیا قائم ہے اور قائم رہے گی اور قائم رہتی ہے عملی زندگی میں اصلاح نہ ہو تو کسی محنت کا کوئی فائدہ نہیں۔

انسان ساری زندگی پتھر ڈھوتا رہے، لکڑیاں جمع کرتا رہے، کھڑکیاں دروازے بناتا رہے اور ایک کمرہ نہ بنا سکے تو جائے پناہ نہیں بنتی۔ خالی پتھر ڈھونے سے خالی لکڑیاں جمع کرنے سے، کھڑکیاں دروازے جمع کرنے سے گھر نہیں بن جاتا، مکان بنانا پڑتا ہے، عملاً محنت و مجاہدہ پتھر ڈھونے والی بات ہے لیکن نتیجہ مکان بننا چاہیے۔ عملی زندگی میں حضور اکرم ﷺ کا اتباع نصیب ہونا چاہیے۔ کمانے میں، خرچ کرنے میں، تعلقات میں، دوستی دشمنی میں، عملی زندگی میں نظر آنا چاہیے کہ یہ بندہ اپنی مرضی کا مالک نہیں۔ کسی کا غلام ہے، کسی کے کہنے پہ چلتا ہے جو اسے کہا جائے گا جو اسے اس کا آقا کہے گا یہ وہ کرے گا۔ پھر یہی وہ مطالبہ ہے جو قرآن کریم کا ہے۔ یہی وہ مطالبہ ہے جو سنت کا ہے۔ اور یہی بات آخرت کو دیکھی جائے گی کہ کس نے عملی زندگی میں کتنا اتباع کیا محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ اللہ پاک ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور سب کو توفیق ارزاں کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عبادت

عبادت یہ ہے کہ امید پر کسی کی اطاعت کی جائے عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ نفع کی امید پر یا اس کے نقصان سے ڈرتے ہوئے کہ وہ غالب قوت ہے۔ میرا کوئی نقصان کر دے گا اس کی ایسی اطاعت کی جائے جیسے ہم اللہ کی کرتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کیا ہے کہ اس پر کسی دوسرے کا حکم غالب نہیں ہو گا لیکن اگر ہم اللہ کی بھی اطاعت چھوڑ دیں اور کسی دوسرے کی کریں اتنی کہ یہاں سے مجھے نفع ہو گا تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے مقابلے میں اس کی عبادت کی گئی۔ (امیر محمد اکرم اعوان)

آں امن الناس بر مولائے ما
آں کلیم اول سینائے ما
ہمت او کشتِ ملت را چو ابر
ثانی اسلام و غار و بدر و قبر (اقبال)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ابوالاحمدین

گذشتہ ماہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت ابوبکر صدیقؓ پر ایک تحریر شائع کی گئی تھی اس ماہ حیات طیبہ حصہ دوم میں سے آپؓ کی سیرت کے چند نگینے قارئین کے پیش خدمت ہیں

آقائے نامدار ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے ثناخواں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے میرے رفیق غار کی نسبت بھی کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ! کہا ہے:

وَثَانِيَ اثْنَيْنِ فِي الْغَارِ الْمُنِيفِ وَقَدْ
طَافَ الْعَدُوُّ بِهِ إِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا

بلند غار میں رفاقت کرنے والے جو دو میں دوسرے تھے
ایسے وقت میں جب کہ دشمن پہاڑ پر چڑھ کر تلاش میں تھا

وَكَانَ حُبَّ رَسُولِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوا
مِنَ الْخَلَائِقِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ أَحَدَا

لوگ جانتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دوست ہیں
(انبیاء کے بعد) خلائق میں ان کا کوئی ہمسر نہیں

حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا:

''اے حسان تم نے سچ کہا' وہ ایسے ہی ہیں۔''

غارِ ثور کی تین راتیں

غارِ ثور میں آقائے نامدار ﷺ کی معیت میں تین راتوں کی قدر و قیمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے! اس کی قدر و قیمت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب سمجھتے تھے۔ وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کرتے:

''مجھ سے میری تمام نیکیاں لے لو لیکن غارِ ثور کی تین راتوں میں سے صرف ایک رات عطا کر دو۔''

اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ درخواست قبول کر لیتے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ سودا دنیا و آخرت سے زیادہ قیمتی ہوتا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام نیکیاں پیش کرنے کے باوجود بھی قیمت نہ لگا سکے کیونکہ یہ اعزاز جس ہستی کا تھا' پوری کائنات میں کوئی اور اس میں شریک نہ ہو سکا۔

ایک مرتبہ ستاروں بھرے آسمان کو دیکھ کر حبیبۂ حبیب کبریا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جس کی نیکیاں ان ستاروں سے بھی زیادہ ہوں گی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خیال تھا کہ شاید آپ ﷺ ان کے والد گرامی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیں گے۔ انہوں نے پھر پوچھا' أَيْنَ حَسَنَاتُ أَبِي بَكْرٍ کیا میرے والد کی نیکیاں اتنی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا' غارِ ثور کی ایک رات ان ستاروں کے برابر نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔

ایک سعادت جو صرف رفیقہ حیات اور رفیق غار کے حصہ میں آئی

دامان رحمت ﷺ تمام جہانوں کے لئے جائے پناہ ہے۔ قیامت کی ہولناکیوں میں تمام انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام پوری انسانیت، تمام مخلوق شفاعت مصطفیٰ ﷺ کی منتظر ہو گی کہ میدانِ حشر میں انتظار کی یہ کٹھن گھڑی تمام ہو لیکن وہ ہستیاں بھی کیا خوب تھیں جنہوں نے آپ ﷺ کو بھی حوصلہ دینے کی سعادت حاصل کی۔

نزول وحی کے بعد آپ ﷺ غار حرا سے گھر تشریف لائے تو پورے بدن پر کپکپی طاری تھی۔ حریم ناز سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ یہ حالت دیکھ کر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو حوصلہ دلایا۔ گھبرائیں نہیں، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ضائع نہیں کرے گا۔

اسی طرح کا ایک موقع اور بھی آیا۔ عریش بدر میں آقائے نامدار ﷺ نے اللہ کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں:

"بارِالٰہا! یہ قریش اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آج تیرے رسول (ﷺ) کی تکذیب پر تل گئے ہیں۔ اللہ! آج وہ مدد آجائے جس کا تو نے وعدہ فرمایا تھا۔ بارِالٰہا! اگر آج تیرے یہ نام لیوا مٹ گئے تو قیامت تک تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔"

آہ وزاری میں دوش مبارک سے چادر بار بار سرک رہی تھی جسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنبھالتے۔ حضور ﷺ کی یہ کیفیت دیکھ کر وہ خود بھی رقت میں ڈوب گئے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! اب بس کیجئے۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔"

یہ سن کر حضور ﷺ خوشی کی حالت میں عریش بدر سے یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر تشریف لائے:

اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝

یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری اتنی جمعیت ہے کہ ضرور غالب رہے گی مگر عنقریب یہ جمعیت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی۔ (سورۃ القمر آیات 45'46)

آقائے نامدار ﷺ کی ڈھارس بندھانے کا یہ منفرد اعزاز یا تو رفیقہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حصے میں آیا یا پھر رفیق غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔

فہم قرآن

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چشم بصیرت اور فراست کی نگاہ سے قرآنی اشاروں میں پنہاں حقیقت کا مشاہدہ کرتے اور اس کی شہادت دیتے۔ حضور ﷺ سے سورۂ روم کی آیات میں رومیوں کی فتح کی خبر سنی تو ابی بن خلف سے شرط لگا دی کہ رومی چند سالوں میں ایرانیوں پر غالب ہوں گے اور مسلمان مشرکین مکہ پر فتح حاصل کریں گے حالانکہ اسی وقت یہ دونوں امر محال نظر آتے تھے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کے ساتھ ہی ایرانیوں پر اہل روم کے غلبہ کی اطلاع ملی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرط کے سو اونٹ ابی بن خلف کے ورثاء سے وصول کئے اور اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیئے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جری اور صاحب خرد صحابہ پریشان تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلب اس قدر مطمئن تھا کہ بیعت رضوان کرنے والے صحابہ کو حوصلے بانٹ رہا تھا حتیٰ کہ سورۂ فتح میں مسلمانوں کے غلبہ کی نوید کی اطلاع سے اس کی تصدیق ہو گئی۔ دوسری طرف کی خوشخبری پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باہم مبارک دے رہے تھے لیکن صاحب مشاہدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ اسے آقائے نامدار ﷺ کی دنیا سے روانگی کی خبر سمجھتے ہوئے رنج والم میں ڈوبے الگ بیٹھے تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کے اس پہلو کو بیان کرتے ہوئے حضرت جیؒ اکثر فرمایا کرتے:

''محدثین لکھتے ہیں: اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ اَلْبُخَارِی یعنی کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے۔ اس کی کتاب التفسیر میں سورۃ النصر کے بارے میں آتا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۧ

(جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور آپ ﷺ دیکھیں لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہوتے ہوئے تو اپنے رب کی تسبیح بیان کریں اور شکر گزار ہوں اور اس سے بخشش طلب کریں، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔)

جس وقت نبی کریم ﷺ نے یہ سورۃ پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زار وقطار رونے لگے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے کہا، نبی کریم ﷺ تو فتح کی خوشخبری سناتے ہیں، دیکھو انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ بعد میں وہ سمجھے کہ ہم سب سے زیادہ جاننے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

اَعْلَمُنَا اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ''

یہ فہم وفراست اور منشائے باری تعالیٰ کی سمجھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاصہ تھا جس کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت نے اکثر اعتراف کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس بات پر فرحاں تھے کہ فتح کی خوش خبری مل گئی اور اب اللہ تعالیٰ کے دین میں لوگوں کے فوج درفوج داخل ہونے کا وقت ہے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سورۃ کو آقائے نامدار ﷺ کی روانگی کی خبر سمجھا کہ کار نبوت کی تکمیل کے بعد حبیب کبریا ﷺ کا اس دار فانی میں کیا کام!

جلد ہی وہ کٹھن لمحہ بھی آ گیا، حضور ﷺ کے داغ مفارقت سے صحابہ کرام میں کہرام مچا ہوا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار نکال رکھی تھی اور کہہ رہے تھے:

''جس شخص نے کہا کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی ہے میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔''

اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا اور قرآن کی آیت تلاوت کی تو حقیقت حال سمجھ میں آئی کہ گویا یہ آیت اسی موقع کے لئے نازل ہوئی ہو۔

خلیفۃ رسول اللہ ﷺ

آقائے نامدار ﷺ کے عالم آب وگل سے عالم برزخ میں تشریف لے جانے کے بعد انصار ومہاجرین جن مشکل حالات سے دوچار ہوئے، ان کے بارے میں وہ سوچ سکتے تھے نہ ذہنی طور پر تیار تھے۔ اس گومگو کی کیفیت اور غیر یقینی صورتحال میں صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی شخصیت تھی جس پر اتفاق رائے ممکن تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے وہ گرد چھٹ گئی جو ایک بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہو سکتی تھی۔

ثقیفہ بنی سعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت پر اتفاق رائے کی بنیاد یہ بنی کہ حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازوں کی امامت کا حکم دیا تھا اور یہ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے رفیق غار تھے۔ اگرچہ یہ سیاسی پہلو بھی زیر بحث آیا کہ عرب قریش کے سوا کسی کی امارت نہیں مانیں گے لیکن حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطاب کے بعد کہ انصار کی خدمات صرف رضائے الٰہی کے لئے تھیں، انصار ومہاجرین

یا قریش اور غیر قریش کی بات نہ رہی۔ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کے ساتھ ہی انصار کی بیعت کا آغاز ہو گیا۔ انصار کی بیعت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارا امیر اس شخص کو بنایا جو تم میں سے سب سے بہتر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا مقرب ہے اور یہی وہ شخص ہے جسے غارِ ثور میں آنحضرت ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی۔ اس کے حلقہ بیعت میں شامل ہو جاؤ۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مختصر خطاب سننے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیعت کے لئے اس طرح دیوانہ وار بڑھے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ رسول اللہ ﷺ تھے جو صرف اور صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا اعزاز ہے۔ باقی تینوں خلفائے راشدین کو امیر المومنین کہا جاتا ہے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے جو کسی غیر نبی کے لئے سب سے بڑا مقام ہے اور پوری انسانیت میں وہ صرف ایک ہی ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

آقائے نامدار ﷺ نے خود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عالی مقام پر متعین فرمایا۔ آخری ایام میں شدت مرض کے باعث حضور ﷺ باہر تشریف نہ لا سکے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سترہ نمازوں کی امامت کرائی۔ اس دوران ایک مرتبہ آقائے نامدار ﷺ دو اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور دوران امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تو آپ ﷺ نے اشارے سے منع فرمایا۔ ادائیگی نماز کی صورت یہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الانبیاء ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور تمام مقتدی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔ گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عملاً خلیفۃ رسول اللہ ﷺ نامزد فرما دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا یَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْھِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّھُمْ غَیْرُہٗ اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ (ترمذی)

جس قوم میں ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں، اس کے لئے مناسب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور شخص امامت کرے۔

حضور ﷺ نے 9 ہجری میں 300 بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مشتمل ایک قافلہ حج روانہ فرمایا جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا گیا تو حضور اقدس ﷺ کے دستخط مبارک کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دستخط کئے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا، پھر آنا۔ اس نے پوچھا اگر میں آؤں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں تو کیا کروں؟ فرمایا: اِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَاْتِیْ اَبَابَکْرٍ اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ (اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آ) (متفق علیہ)۔

ایسے متعدد واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اشارتاً، قولاً اور عملاً اپنے خلیفہ کے طور پر تعیین فرما دی تھی۔ نہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت، بلکہ کفار بھی اس حقیقت سے بخوبی آشنا تھے۔

غزوۂ احد میں لشکر اسلام کو میدان خالی کرنا پڑا تو ابوسفیان

نے قریبی پہاڑی پر کھڑے ہو کر آواز دی "مسلمانو! کیا تم میں محمد ﷺ ہیں" آپ ﷺ نے جواب دینے سے روک دیا تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر پکارا' گویا کفار بھی خوب جانتے تھے کہ حضور ﷺ کے بعد ترتیب کیا ہو گی۔

آقائے نامدار ﷺ دار دنیا سے دار آخرت میں تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت خلافت لینے کے بعد ارشاد فرمایا:

وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ حَرِیْصًا عَلَی الْاِمَارَۃِ یَوْمًا وَّلَا لَیْلَۃً قَطُّ وَلَا کُنْتُ فِیْھَا رَاغِبًا وَّلَا سَئَلْتُھَا اللّٰہَ قَطُّ فِیْ سِرٍّ وَّعَلَانِیَۃٍ وَمَالِیْ فِی الْاِمَارَۃِ مِنْ رَاحَۃٍ

قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! میں نے کبھی ایک دن یا ایک رات بھی امارت کی خواہش نہیں کی' نہ ہی میں اس کے لئے اپنے اندر کوئی رغبت رکھتا تھا اور نہ ہی میں نے کبھی خفیہ یا اعلانیہ اسے اللہ تعالیٰ سے مانگا اور نہ ہی امارت میرے لئے کوئی سامان راحت ہے۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اَطِیْعُوْنِیْ مَا اَطَعْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنْ عَصَیْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَلَا طَاعَۃَ لِیْ عَلَیْکُمْ

میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہوں لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر رسول ﷺ پر بیٹھے تو حاضرین میں سے کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفۃ الرسول ﷺ کہہ دیا۔ فرمایا: خلیفۃ الرسول ﷺ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لئے امیر المومنین کہنے کی اجازت دی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی اطلاع ملی تو فرمایا:

"اَلْیَوْمَ انْقَطَعَتْ خِلَافَۃُ النُّبُوَّۃِ" آج خلافت نبوت کا انقطاع ہو گیا"

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا تو انہوں نے فرمایا:

"واللہ! حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور نہ وہ اس درجہ کے متقی اور اللہ کے جاننے والے تھے کہ اگر ان کو حکم نہ ہوتا تو ہرگز مسلمانوں پر چھلانگ نہ لگاتے" یعنی فوراً خلیفہ نہ بن جاتے۔

حضرت جیؒ نے ایک مرتبہ فضیلت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موضوع پر خصوصی خطاب فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا پہلو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عملاً خلیفہ مقرر فرما دیا۔ نماز کے تابع زکوۃ ہے اور حج کے تابع جہاد ہے۔ آپ ﷺ نے نماز میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا اور حج میں خلیفہ بنا کر بھیجا تاکہ دنیا دیکھ لے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے دیکھا' زمین کی مخلوق نے دیکھا' آسمانوں کی مخلوق نے دیکھا۔ شاہ ولی اللہؒ نے **قرۃ العین فی فضیلۃ الشیخین** میں بیان کیا کہ حضور ﷺ نے زبان سے "قولاً" امت کو کہہ دیا کہ میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا' اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ میں ان کو خلافت لکھ دوں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ اُدْعِي لِي اَبَابَكْرٍ اَبَاكِ وَاَخَاكِ حَتّٰى اَكْتُبَ كِتَابًا فَاِنِّي اَخَافُ اَنْ يَتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَيَقُوْلَ قَائِلٌ اَنَا اَوْلٰى وَيَاْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ۔ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا کہ اپنے والد ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اپنے بھائی کو بلا لو تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے' میں زیادہ بہتر ہوں حالانکہ اللہ اور مومنوں کے نزدیک ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سوا کوئی دوسرا بہتر نہیں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 2 سال 3 ماہ 10 دن کے مختصر دورِ خلافت میں سلطنت اسلامیہ کو استحکام ملا۔ نوزائدہ سلطنت کے خلاف ہونے والی بغاوتوں اور سازشوں کی نہ صرف سرکوبی ہوئی بلکہ سلطنت کی حدود میں بلادِ عراق' شام اور ایران کا اضافہ ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتہائی مختصر دورِ خلافت میں اس قدر مہمات سر ہوئیں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کا پہلا خطبہ مختصر ترین ہوتے ہوئے جامع ترین تھا۔ اس خطبہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ملت اسلامیہ کے حسب حال اور آج کے ابتر حالات کی اصلاح کا حل تجویز کرتا ہے:

لَا يَدَعُ قَوْمٌ الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالذُّلِّ وَلَا يُشِيْعُ قَوْمٌ قَطُّ الْفَاحِشَةَ اِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ

''جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت مسلط کر دیتا ہے اور جس قوم میں فحاشی پھیل جاتی ہے اللہ اس کو مصائب میں گرفتار کر دیتا ہے۔''

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قارئین المرشد سے گذارشات

رسالہ ماہنامہ المرشد گذشتہ ماہ کی 27 تا 29 تاریخوں کو پوسٹ کر دیا جاتا ہے۔ شمارہ نہ ملنے کی صورت میں اسی ماہ کی 24 تاریخ تک سرکولیشن کے دفتر میں اطلاع کریں تاکہ دوبارہ شمارہ بجھوایا جا سکے۔

قارئین سے گذارش ہے کہ شمارے کے لفافے پر لکھے پتہ کے اوپر شمارہ کی تجدید کی تاریخ پڑھ لیں کہ کہیں آپ کی تجدید کی تاریخ ختم تو نہیں ہوگئی۔

دیکھئے! آپ کے رسالے کے اندر نوٹس کی مہر تو نہیں لگی ہوئی۔

دونوں صورتوں میں آپ اپنی سالانہ فیس سرکولیشن آفس لاہور بجھوائیں تاکہ آپ کے شمارہ کی ترسیل جاری رہے۔

(سرکولیشن آفس لاہور)

مسلمانوں کی تاریخ اور اہمیت ایام

محمد اکرم اعوان

ہر قوم اپنی تاریخ کی محافظ ہوتی ہے، بشرطیکہ اس کی کوئی تاریخ ہو۔ تاریخ کے ہونے سے مراد ایسے عظیم کارنامے ہوتے ہیں جو قوموں کی زندگی میں انقلاب آفرین ہوا کرتے ہیں، لہٰذا انہیں یاد ہی نہیں رکھا جاتا بلکہ ان دنوں کو منایا جاتا ہے۔ ان کی تاریخ کو دہرا کر واقعات کو بیان کر کے اور ان سے عزم نو حاصل کر کے نیز بحیثیت ورثہ اگلی نسلوں کو نہ صرف ان کی تاریخ بلکہ وہ جذبے منتقل کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

امریکہ اس وقت لوگوں کی رائے میں دنیا کی اکیلی سپر پاور ہے اور اپنی تاریخ کے حوالے سے عجیب و غریب دن مناتا ہے مگر کوئی دن دو سو سال سے پہلے کا نہیں ہوتا کیوں؟ اسلئے کہ اس سے پہلے ان کی تاریخ ہی نہیں سوائے اس کے کہ اسے وحشی مغرب کہا جاتا تھا ایسے ہی یورپ، چند سال پیچھے جائیں تو تاریخ میں ''غاروں کے باسی'' کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ پھر انہوں نے عجیب و غریب دن بنا لئے ہیں حتیٰ کہ بے حیائی کی ابتداء کا دن بھی منایا جاتا ہے۔ سال بھر نہ ماں کو پوچھا، نہ باپ کو، مگر سال میں ایک روز ماں کا دن اور ایک روز باپ کا دن، خیر یہ ان کا معاملہ ہے۔ بات اپنی کریں تو آج ہم بھی یہ سارے دن مناتے ہیں۔ سارا دن ٹی وی چیختا ہے، اخبار بھر جاتے ہیں اور سارے کام روک دیئے جاتے ہیں۔ جیسے یکم مئی یوم مزدوراں ہے۔ شکاگو میں مزدوروں نے احتجاج کیا تھا اور ان پر گولی چلی تھی، اچھی بات ہے ہر مزدور کو یاد رکھنا اور منانا چاہیے، بڑا عظیم دن ہے لیکن کیا امت مسلمہ کی تاریخ میں کوئی ایسا دن نہیں جو منایا جا سکے اور مغرب کی پیروی کی ضرورت نہ رہے کہ اس دن کی اہمیت مغرب کے منائے جانے والے دنوں سے بہت زیادہ ہو۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ کیا کوئی ایسا دن ہماری تاریخ میں بھی ہے؟ چودہ صدیاں پیچھے جائیں تو تاریخ کے اوراق دھواں دھواں ملتے ہیں۔ کوئی حرف صاف نظر آتا ہے نہ کوئی مضمون، انسانی خون کٹے ہوئے لاشے، لوٹ مار، جان و مال، آبرو، ہر شے لٹ رہی ہے۔ مخلوق اپنے پیدا کرنے والے کو بھول کر اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود تراش رہی ہے۔ افریقہ میں انسان انسان کو کھا رہا ہے۔ روم میں انسانوں پر بھوکے درندے چھوڑے جا رہے ہیں۔ امریکہ وحشیوں کی سرزمین ہے۔ یورپ میں مذہب کے نام پر لوگوں کو زندہ جلایا جا رہا ہے۔ شمالی ایشیا ڈاکوؤں کی سرزمین اور برصغیر میں بندروں، سانپوں اور جانوروں کو پوجا جا رہا ہے۔ مگر عورت کو مرنے والے کیساتھ زندہ جلایا جا رہا ہے۔ یہ تو ایک ایک جملہ ہے جو لکھا گیا مگر تاریخ کو دیکھیں تو اس کے اوراق سے اب بھی خون ٹپکتا ہے اور مظلوموں کی چیخیں اُبھرتی ہیں۔ کمال یہ ہے کہ ممالک کی حد بندیاں تھیں، حکومتیں تھیں، بادشاہتیں بلکہ شہنشاہتیں تھیں مگر انصاف نہ تھا۔ ہر طرف ظلم و جور کی تاریکیاں تسلط جمائے ہوئے تھیں کہ قادر

مطلق نے رحم فرمایا اور شمس ہدایت طلوع ہوا اور فضائے بسیط نور سے بھر گئی۔ پہلی وحی نازل ہوئی اور آقائے نامدار محمد ﷺ مبعوث ہوئے گویا کہ یہ کفر وشرک اور جور و جفاء کے خلاف روئے زمین پر پہلی للکار تھی جو تن تنہا اللہ کے رسول ﷺ نے لگائی۔ کیا یہ دن اور اس کی اہمیت فراموش کی جاسکتی ہے؟ کیا دنیا کی کسی قوم کے پاس اس کی مثال آج موجود ہے۔ اگر نہیں تو اے ویلنٹائن منانے والے مسلمانو خیال کرو، سوچو، یوم مئی منانے والو تمہیں یوم بدر کیوں یاد نہیں آتا، غریبوں کے حامیو تمہیں شعب ابی طالب کیوں نظر نہیں آتا، کیا دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال ملتی ہے؟ اگر نہیں ملتی تو آپ اپنے قومی دن کیوں نہیں مناتے؟ ٹھیک ہے اقوام عالم کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق اپنے قومی دن منائیں، اپنے ہیروز کو یاد کریں، مگر ایک بات یاد رکھیں ہر قوم کا ہیرو دشمن قوم کا بہت بڑا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا کفر کے ہیرو اسلام کے ہی بڑے دشمن ہونگے۔ جتنے بڑے کفر کے ہیرو ہونگے اور اسلام کے ہیرو کفر کیلئے اتنے ہی بڑے دشمن ہونگے لہٰذا غیر مسلم اقوام اسلامی ہیروز کو یاد کیوں رکھیں گی اور چمنستان اسلام تو ہمیشہ سرسبز رہا ہے اور سدا بہار چمن ہے اس میں ہمیشہ پھولوں کی محفلیں برپا رہتی ہیں مگر یہ قوم جو اپنے رسول ﷺ کی بعثت، کفر وشرک کے خلاف محنت، ہر دُکھ، ہر تکلیف کا سامنا شعب ابی طالب، ہجرت، پھر مدینہ منورہ میں ریاست کی بنیاد، پھر بدر، اُحد، غزوات، سرایا جاں نثاران رسول ﷺ کی شہادتیں، اشاعت اسلام اور صرف تیئس برسوں میں پورے جزیرۂ عرب سے بڑے سے بڑے بت پاش پاش کر کے خدائے لم یزل کی عبادت، امیر و فقیر سب کیلئے عدل و مساوات اور حقوق و فرائض کا تعین سباعت تک کیلئے پوری زندگی کا لائحہ عمل اور

اللہ کی برحق اور ناقابل تبدیلی کتاب پھر وصال نبوی خلافت راشدہ جس نے نبوت کے عظیم مشن کی تکمیل کرتے ہوئے وصال نبوی کے بعد صرف تیئس برسوں میں پورے ہندوستان اور چین تک اور سائبیریا سے افریقہ تک ظلم و جور کے بت پاش پاش کردیئے اور ایک اللہ پر ایمان اور کریم سے آشنائی کا در وا کردیا اور علم کو عدل سے بھر دیا۔ کیا یہ پوری تاریخ ہم فراموش کر چکے ہیں اور ہمارے صرف یوم مئی، ویلنٹائن ڈے، یوم زمین اور یوم فضا باقی ہیں۔ وہ فضا جس کی آلودگی میں ظلم و جور اور بے حیائی سے اقوام مغرب اضافہ کرتی چلی جارہی ہیں وہ محبت جو صرف جنس کے گرد گھومتی ہے اور وہ مظالم جن کا نام دنیائے انصاف رکھا ہوا ہے، کیا ہم صرف ان کے دن مناتے رہیں گے؟

اور کیا ایام منانے کا طریقہ یہ ہے، اس روز کام نہ کیا جائے اور چھٹی کردی جائے، کیا قومی رہنماؤں کا یہی پیغام ہوتا ہے اور کیا عدل وانصاف اور ابطال باطل کیلئے خلافت صدیقی کے کارنامے کم ہیں۔ روئے زمین پر جور وستم کو حق وانصاف سے بدلنے کیلئے عہد فاروقی کوئی دن نہیں۔ غریب پروری اور جود وسخا کیلئے عہد عثمانی میں کوئی دن قابل یادگار نہیں؟ کیا علوم آگہی کیلئے عہد علوی میں کوئی واقعہ نہیں ملتا؟ کیا حق گوئی اور حق کی پاسداری کیلئے کربلا میں کوئی سبق نہیں؟ کیا ہماری اپنی کوئی تاریخ نہیں؟

میرے بھائیو! تاریخ اسلام ہی صرف حق آشنا دن کے کارناموں کی امین نہیں، بلکہ تب سے اب تک مسلمانوں کی تاریخ صدیقین کی، عادلوں کی، سخیوں کی، عالموں کی شہیدوں کی تاریخ ہے۔ اس کے دن نکالیں اور ضرور منایا کریں کہ قومی زندگی ہے۔ سب سے زیادہ طاقت بخشنے والی دوا قومی ہیروز کی یاد ہوا کرتی ہے۔

31-07-09

معیت رسالت

امیر محمد اکرم اعوان   دارالعرفان، چکوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَیٰ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا ۫ سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾

(سورۃ الفتح آیت 29)

فرمایا یہ طے شدہ اور حتمی بات ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور یہ آیت کریمہ کلمہ اسلام کا جزو ثانی ہے۔ یہی وہ آیت کریمہ ہے جو اسلام میں داخلے کا راستہ بھی ہے۔ اللہ کریم نے حتمی طور پر، یقینی طور پر، قطعی طور پر فیصلہ کن انداز میں ارشاد فرمادیا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس انداز میں فرمایا کہ اس میں کسی حجت، کسی دلیل، کسی اعتراض، کسی سوال کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی یعنی یہ بات من جانب اللہ طے کر کے بتادی گئی جس پر کوئی سوال برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

شانِ رسالت کیا ہے؟ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو کمال رسالت کیا ہے اور نوع انسانی کو آپ ﷺ کے اللہ کے رسول ہونے سے کیا ملا؟ کیا فائدہ ہوا؟ فرمایا وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ ظاہر ہے حصول فیض کے لئے فائدہ حاصل کرنے کے لئے آپ اس ہستی سے پیوست ہوں گے آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے اتباع کریں گے، ساتھ جڑیں گے تو فائدہ ہوگا۔ فائدہ مخالفت میں تو نہیں ہوتا۔ کسی اچھی سے اچھی دوا کو آپ قریب نہ پھٹکنے دیں استعمال نہ کریں اور پھر یہ کہیں کہ مجھے اس سے فائدہ نہیں ہوا! فائدہ حاصل کرنے کے لئے اللہ کریم نے ایک اصول متعین فرمادیا۔۔ فرمایا: وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ ' وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہیں آپ ﷺ کی معیت ہی وہ نعمت ہے جو نبی آدمؑ کو انسان بناتی ہے یوں تو حضور اکرم ﷺ امام الانبیاء ہیں تمام نبیؑ بھی آپ کی اُمت میں ہیں اپنی اپنی جگہ ان کی نبوت کی شان باقی ہے لیکن آپ ﷺ کے وہ بھی اُمتی ہیں اور اللہ نے سب سے آپ ﷺ کے اتباع واطاعت کے تعاون کا عہد ازل میں یوم الست کو لیا تھا اور اس کی تکمیل شب معراج

تمام اولین و آخرین انبیاءؑ کو بیت المقدس میں حضور اکرم ﷺ کی اقتدا میں دو رکعت نماز پڑھا کر اس کی تکمیل فرمائی۔ انبیاءؑ کی تو شان الگ ہے کہ نبوت ایسا منصب ہے جو اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے نبی تخلیقی طور پر نبیؑ ہوتے ہیں اللہ انہیں نبوت دیتا ہے۔ انہیں یہ اعزاز اس طرح دیا جاتا ہے کہ وہ نبیؑ کی ذات کی صفت بن جاتا ہے اور وہ ان سے واپس نہیں لیا جاتا نبوت سے کوئی نبی معزول نہیں ہوتا۔

انسانیت میں سے وہ لوگ جنہیں آپ ﷺ کی معیت نصیب ہوئی وہ انسانی تاریخ میں انبیاءؑ کے بعد مثالی انسان بنے۔ انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ صرف انبیاءؑ ہی قیادت نہیں کرتے اور بہت سے لوگ قوموں کی قیادت کرتے ہیں حالانکہ وہ دین سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ ذات باری کے بھی منکر ہوتے ہیں۔ ان کا کردار بھی صحیح نہیں ہوتا لیکن قوموں کے لیڈر بن جاتے ہیں۔ ایک فطری اصول ہے کہ جتنے لوگ قوموں کے لیڈر بنتے ہیں وہ انسانی جذبات و احساسات سے کھیلتے ہیں یوں تو انسان میں بے شمار جذبات ہیں لیکن دو جذبے سب سے قوی اور مضبوط ہیں جو تمام جذبات پر غالب آجاتے ہیں ایک غصہ اور ناراض ہونا یہ ایسا جذبہ ہے کہ جب آدمی پر وارد ہوتا ہے تو اسے نہ رشتے دکھائی دیتے ہیں نہ ناتے، نہ چھوٹا بڑا دکھائی دیتا ہے نہ کوئی دوست دشمن دکھائی دیتا ہے۔ غیض و غضب میں وہ بہت کچھ کر گزرتا ہے کسی سے بھی گستاخی کر گزرتا ہے کسی کو بھی تھپڑ مار دیتا ہے، کسی کو بھی قتل کر دیتا ہے۔ جب غصہ رفع ہو جائے تو بے شک پشیمان ہوتا رہتا ہے لیکن غصے کی حالت میں وہ اس جذبے سے ایسا مغلوب ہو جاتا ہے کہ اسے کچھ نظر نہیں آتا جو جی میں آتا ہے کر گزرتا ہے قوت غضبیہ کے بعد دوسری قوت شہوانیہ ہے۔ لالچ سے چیزوں کو حاصل کرنا، چیزوں کو پانا یعنی عہدے، اقتدار، دولت کے لالچ میں آکر سب کچھ کر گزرنا۔ ذہن و جسم کے تمام ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کی یہ دو قوتیں یعنی قوت غضبیہ اور قوت شہوانیہ باقی سارے جذبات پر غالب آجاتی ہیں۔ لالچ میں آکر لوگ ملک بیچ کھاتے ہیں۔ لالچ میں آکر لوگ قوموں کو بیچ دیتے ہیں۔ لالچ میں آکر لوگ اپنی اولادیں بیچ کھاتے ہیں۔ لالچ میں آکر لوگ کیا نہیں کرتے۔ جس طرح غصے میں آکر بھلائی برائی کی تمیز نہیں رہتی اور کر گزرتے ہیں اسی طرح لالچ میں آکر بھی لوگ کر گزرتے ہیں۔

دنیا میں جتنے لوگوں نے قوموں کو پیچھے لگایا انہوں نے یا انہیں کوئی لالچ دیا یا انہیں غصہ دلایا۔ جس بندے کو بھی انسان کے ان جذبات کو استعمال کرنے کا ڈھنگ آگیا وہ لیڈر بن گیا لوگ دیوانہ وار اس کے پیچھے لگ گئے مثلاً ہمارے ملک میں ایک لیڈر نے نعرہ لگایا تھا روٹی، کپڑا اور مکان وہ سہولتیں آج تک کسی کو نہیں ملیں، نصیب نہیں ہوئیں، بلکہ جو کچھ پاس تھا وہ بھی چھن گیا لیکن لالچ میں ابھی تک چمٹے ہوئے ہیں کہ یہاں سے کچھ ملے گا لیکن ایک تحریک بن گئی ہٹلر نے بھی انسانی جذبات کو استعمال کیا اس نے جرمنوں سے کہا کہ تم دنیا کی سب سے اعلیٰ قوم ہو۔ تمہیں ساری دنیا پر حکومت کرنے کا حق ہے سب کو مغلوب ہونا چاہیے اسی طرح سکندر یا اس زمانے کے نپولین کو لے لیں یا آج کے ماؤزے تنگ کو لے لیں کسی بھی سیاسی لیڈر کو دنیاوی لیڈر کو لے لیں کسی نے اپنی قوم کو لالچ دیا اور کسی نے غضب دلایا۔ لیکن یہ جذبات پہلے بھڑکتے ہیں اور پھر بعد میں ان کی قلعی کھل جاتی ہے اور پھر بے شمار لوگ جو پہلے بڑی جانفشانی سے پیچھے چلتے ہیں بعد میں ان لیڈروں کو برا بھلا کرتے ہیں اور ان سے ناراض ہوتے بھی دکھائی دیتے ہیں کہ ہم سے دھوکہ ہوا ہم سے جھوٹ بولا گیا یہ کہا گیا، وہ کہا گیا۔ اسی طرح آج جرمنی میں ہٹلر کا نام لینا مشکل ہے ماؤزے تنگ کے خلاف چین کی گلیوں میں گالیاں لکھی ہوتی ہیں یعنی جب لوگوں کو ہوش آتی ہے جذبات کے

اثر سے نکلتے ہیں حقائق پیش آتے ہیں تو صورت حال کچھ اور ہوتی ہے پھر وہ نشہ اُتر جاتا ہے۔

فرمایا صحبت رسالت کا کمال یہ ہے وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کہ قوت غضبیہ بھی ان کے تابع ہو جاتی ہے اور قوت شہوانیہ بھی ان کے تابع ہو جاتی ہے۔ پوری دنیا کے لوگ انہی جذبات کے تابع ہوتے ہیں لیکن جنہیں میرے رسول ﷺ سے برکات نبوت نصیب ہوتی ہیں وہ ان جذبات پہ غالب آجاتے ہیں قوت غضبیہ کو کفر کے خلاف استعمال کرتے ہیں اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کفر کیخلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور برق تپاں ہیں۔ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ لیکن آپس میں بہت رحیم ہیں یعنی وہ غصے اور جذبات کے تابع نہیں ہوتے بلکہ جذبات ان کے تابع ہیں کہ کفر سامنے آیا تو پورے کا پورا غضب سامنے آگیا اور سامنے مسلمان آیا تو پورا جذبہ ترحم اور جذبہ ہمدردی سامنے آگیا۔ ایک وقت میں برق تپاں بھی ہیں عین اسی وقت بادِ رواں بھی ہیں اسی وقت مجسم محبت بھی ہیں اور اسی وقت مجسم قہر بھی ہیں یعنی جذبات ان کے تابع ہوجاتے ہیں جہاں ان کا موقع ہے وہاں غضب کو استعمال کرتے ہیں اور جہاں حق ہے موقع ہے وہاں پیار ومحبت کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ میرے نبی کریم ﷺ کا کمال ہے کہ جو بھی آپ کے ساتھ جڑ گیا اسے معیت پیغمبر ﷺ نصیب ہوئی۔ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ وہ جذبات کے تابع نہیں رہا جذبات اس کے تابع ہوگئے اور یہ انسانیت کی معراج ہے۔ انسان اور حیوان میں فرق کیا ہے؟ حیوان نرے جذبات کے تابع ہوتا ہے اسے بھوک لگی ہے کہیں بھی منہ مار کے کھالے گا اپنا ہے بے گانہ ہے کوئی مارے گا کوئی روکے گا حلال ہے حرام ہے پاک ہے ناپاک ہے اسے تو پیٹ بھرنا ہے اسی طرح اس کی ساری حیوانی ضرورتیں اور ان کے تقاضے ہیں وہ ان تقاضوں کو پورا کر لیتا ہے جہاں کھڑا ہو وہیں کر لیتا ہے اسے کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ انسان جذبات کو دیکھ بھال کر استعمال کرتا ہے بھوک لگتی ہے تو یوں نہیں کہ کسی دُکان پر چڑھ دوڑے چیزیں اٹھا کر کھانا شروع کر دے اُسے پتہ ہے کہ چیز خرید کر کھانی ہے میری اتنی حیثیت ہے یہ میں خرید سکتا ہوں یہ میرے لئے مفید ہے یہ مضر ہے یہ کھائی تو میں بیمار ہو جاؤں گا انسان اور جانور میں بنیادی فرق ہے کہ جانور جذبات کے تابع ہوتا ہے انسان جذبات کو اپنے تابع رکھتا ہے اور اپنی سوچ بوجھ سے کام لیتا ہے اسی لئے فرمایا کہ جو ایمان نہیں لاتے اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ وہ چوپاؤں کی طرح جانوروں کی طرح ہیں۔ جذبات کے تابع ہو جاتے ہیں چھوٹے چھوٹے لالچ میں بک جاتے ہیں چھوٹے چھوٹے لالچ میں غصے میں آجاتے ہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر نقصان کر بیٹھتے ہیں بَلْ ھُمْ اَضَلُّ بلکہ چوپاؤں سے بھی گئے گزرے ہیں کہ چار پائے تخلیقی طور پر چار پائے ہیں انہیں تو اللہ نے انسان پیدا کیا ہے اور یہ شرف انسانی سے گر کر حیوانیت میں آگئے ہیں اور جب انسان گرتا ہے تو گرتا چلا جاتا ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ امریکہ میں بعض لوگوں نے اپنا نام رکھا ہوا ہے روڈ ڈاگ (Road Dog) سڑک کا کتا آوارہ کتا اس پر فخر کرتے ہیں ایک نام میں نے سنا جنک یارڈ ڈاگ (Junk yard dog) پنجابی میں کہتے ہیں "روڑی دا کتا" لیکن ان کا نام ہے، انہیں اس پر بڑا فخر ہے ان کے نزدیک بڑا کمال ہے آوارہ کتا ہونا شاید کوئی بڑی اچھی بات ہے یعنی جب انسان گرتا ہے تو آپ اندازہ کریں کہ کردار کے علاوہ اپنے لئے اس طرح کے نام بھی بھلے لگتے ہیں یعنی کتوں سے بھی گئے گزرے ہوگئے۔ کہ آوارہ کتوں کا نام اپنی ذات کے ساتھ وابستہ کر کے سمجھتے ہیں کہ بڑا تیر مار لیا۔ یہ انسانی ذلت کی انتہا ہے اب جس معاشرے میں لوگ اپنے آپ کو آوارہ کتا کہلوانا پسند کرتے ہوں انہیں بھلائی برائی کی یا اچھائی برائی کی یا انسانی اقدار کی کیا تمیز ہوگی کسی سے آپ

کیا توقع رکھتے ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کمال یہ ہے اور آپ نے دیکھا جزیرہ نما عرب جغرافیائی اعتبار سے ایک ایسی عجیب جگہ تھی جو دنیا کا مرکز ہے لیکن وہاں ذرائع پیداوار بہت کم ہیں اور ان کا ذریعہ معاش تجارت ہے تجارتی سفر مشرق میں بھی اور مغرب میں بھی دُور دُور تک کرتے اور عرب میں بعض منڈیاں لگتی تھیں جن میں لوگ مشرق سے بھی آتے تھے اور مغرب سے بھی آتے۔ بڑے بڑے تجارتی میلے ہوتے اور تاجر پیشہ لوگ تھے ممالک کا سفر کرتے۔ ہر ملک میں تجارت کے لئے جاتے۔ ان کا ایک طریق کار تھا کہ ایک قافلہ بنالیا بہت سے لوگوں نے مل کر چیزیں خریدلیں اونٹوں پر لاد کر چل پڑتے کہیں کسی شہر میں ٹھہرے وہ بیچ دیں جو وہاں کی مشہور چیزیں تھیں خریدلیں وہ لے کر آگے چلے جاتے اس طرح خریدتے، بیچتے دور تک چلے جاتے، واپسی پر خریدتے بیچتے کوئی چھ مہینے بعد، کوئی آٹھ مہینے بعد کوئی سال بعد واپس پہنچتا یہی ان کا بنیادی ذریعہ معاش تھا اس کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ جہاں کے لوگ عرب میں گئے یا عرب کے لوگ جہاں جہاں گئے وہاں سے برائیاں اور رسومات بھی ساتھ لے گئے۔ بُت پرستی بھی اسی طرح در آئی۔ ایک شخص تجارتی قافلہ لے کر گیا تو اس نے لوگوں کو بت پوجتے دیکھا تو ایک بت وہ بھی اُٹھا کر لے گیا پھر بت پرستی پورے قبیلے میں پھیل گئی ان کے دیکھا دیکھی دوسرے قبیلے نے اپنالی پھر قبائل کے بت بنے پھر لوگوں نے خاندانوں کے بت بنالئے پھر خاندانوں میں تقسیم ہوئی تو ہر فرد نے اپنا بت بنالیا تو تین سو ساٹھ بت تو بیت اللہ میں رکھے ہوئے تھے جب حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو احد پر بت نصب تھے پہاڑوں پر بت نصب تھے گھروں میں تھے لوگ جیبوں میں لئے پھرتے تھے بے شمار قباحتیں جو دنیا میں پائی جاتی تھیں اور ممالک میں معروف تھیں وہ تمام جزیرہ نما عرب میں یکجا مل جاتی تھیں تاریخ بتاتی ہے کہ کچھ لوگ باہر سے آئے وہ رسومات دے گئے، یہ گئے وہاں سے لے آئے، اس وقت بدترین معاشرہ تھا۔ ساری دنیا بگڑی ہوئی تھی افریقہ میں بندے بندوں کو شکار کر کے کھا رہے تھے بڑی طاقت تھی رومن ایمپائر کا حال یہ تھا کہ بھوکے درندے بندوں پر چھوڑ کر بادشاہ سمیت اہل دربار تماشہ دیکھا کرتے تھے وسط ایشیائی قوم ایک دوسرے کو لوٹ کر کھانے کی عادی تھی برصغیر میں یہ عالم تھا کہ عورتوں کو زندہ جلایا جاتا تھا اور بندروں پر انسانوں کی قربانی دی جاتی تھی، بتوں کے سامنے انسانوں کو ذبح کیا جاتا تھا، ابتر حال تھا دنیا میں۔ اور یہ ساری برائیاں عرب میں جمع ہوگئیں تھیں اس کے ساتھ قتل وغارت گردی شراب نوشی ڈاکہ تو ایک عجیب بات ہے کہ گردا گرد ریاستیں تھیں سلطنتیں تھیں ایک طرف ایرانی ایمپائر تھی جو اس زمانے کی سپر پاور تھی کہ دوسری طرف رومن ایمپائر تھی وہ بھی اپنے زمانے کی سپر پاور تھی مصر میں بھی حکومت تھی حبشہ میں بھی حکومت تھی لیکن جزیرہ نمائے عرب کو کسی حکومت نے درخور اعتنا نہ سمجھا عجیب بات ہے کہ بڑی بڑی ریاستیں گردا گرد تھیں لیکن وہ سمجھتے تھے کہ انہیں حکومت میں شامل کیا تو فساد ہی پیدا ہوگا انہیں کھانے کے لئے کچھ دینا ہی پڑے گا۔ لہٰذا انہیں ان کے حال پر چھوڑ رکھا تھا یہ لوگ اگر کسی حکومت کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے تو ان کی سپاہ آتی مار پیٹ کر چلی جاتی لیکن انہیں اپنا حصہ بنانے کو تیار نہ تھی اس حال میں اسی معاشرے میں آقائے نامدار ﷺ کی بعثت ہوئی اور جن خوش نصیبوں کو معیت رسالت نصیب ہوئی پوری تاریخ انسانی میں نبیوں کے بعد مثالی انسان صرف وہ ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی معیت میں رہے یعنی کسی اچھے معاشرے سے حضور اکرم ﷺ نے نہیں لئے، کسی پڑھے لکھے طبقے سے جا کر نہیں لئے، کسی سلجھی ہوئی قوم سے نہیں لئے بلکہ ایسی جگہ سے لئے جہاں ساری دنیا کی خرابیاں جمع ہوگئیں تھیں اور جن معاشرے میں سنگ دلی عام تھی ایسے سنگ دل انسان بھی کہیں ہوں گے جو بچیاں دفن

کر دیتے تھے اپنی عزت و وقار کی بھینٹ چڑھا دیتے تھے کہ اپنی بیٹی شادی کر کے کسی کو کیوں دیں ان کی سنگ دلی کی مثل معروف ہے حضرت سلمان فارسیؓ کی سوانح میں ملتا ہے کہ ایک قبیلے کے ایک شخص نے انہیں اپنا مہمان بنایا وہ وہاں پہنچے تو وہ شخص موجود نہ تھا اس کے قریبی رشتہ دار اور ہمسائے نے انہیں اپنا مہمان بنالیا جب وہ شخص واپس آیا تو جھگڑا ہو گیا تلواریں کھینچ لی گئیں اور ان میں سے ایک قتل ہو گیا جو جیت گیا اس نے انہیں اپنا مہمان بنایا ایسے واقعات وہاں کا روزمرہ کا معمول تھا۔ اتنی سی بات پر اگر جھوٹے وقار کے لئے قتل و غارت گری ہوتی تھی تو لالچ اور غصے میں کیا کرتے ہوں گے؟ اس وقت روئے زمین پر جو قوم ہر انسانی قدر سے بہت دور جا چکی تھی اس میں مبعوث ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ اور جن کو آپ کا ساتھ نصیب ہوا وہی تاریخ انسانی میں انبیاءؑ کے بعد مثالی انسان ہیں ان میں کیسے تبدیلی آگئی فرمایا وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ جنہیں میرے نبی کریم ﷺ کی معیت نصیب ہوتی ہے ۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ وہ کفر پر، برائی پر اور ہر خرابی کے لئے بڑے سخت ہو جاتے ہیں رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ آپس میں بڑے رحیم ہوتے ہیں قرآن کریم نے تاریخ بیان نہیں کی تاریخ قرآن کا موضوع نہیں ہے قرآن تاریخ کی جغرافیہ کی سائنس کی یا حساب کی کتاب نہیں ہے قرآن انسان کو مخاطب کر کے اسے انسانی اقدار عطا کرتا ہے اس کا اپنے خالق سے تعلق اپنے نبی کریم ﷺ سے تعلق اس کا دوسرے انسانوں سے تعلق اس کو اللہ کے جہان میں زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتا ہے اور قرآن اس لئے واقعات بیان کرتا ہے کہ آج بھی سند یہی ہے کہ جسے معیت پیغمبر ﷺ نصیب ہوگی وہ برائی کے لئے کفر کے لئے تو بہت سخت ہو جائے گا ایمان کے لئے اسلام کے لئے اور اپنے بھائیوں کے لئے بہت رحیم ہو جائے گا۔ ہم آج کے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو عجیب بات ہے کہ مسلمان مسلمان کو قتل کر رہا ہے، بھائی بھائی کو قتل کر رہا ہے، مسلمان مسلمانوں کے گھروں کو جلا رہے ہیں اور عجیب بات ہے کہ مسلمان مسلمانوں کی مساجد میں بم پھینک رہے ہیں ، عبادت گاہوں کو ویران کیا جا رہا ہے آپ بندوق بردار کھڑے نہ کریں تو آپ جمع ہو کر نماز نہیں ادا کر سکتے یہ کون سی مسلمانی ہے؟ اس کی بنیاد کس بات پر ہے؟ اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ دعوۂ مسلمانی تو ہے لیکن جو بات نبی کریم ﷺ کے ساتھ جڑنے کی ہے وہ نہیں ہے ہم اس ساتھ سے، معیت پیغمبر ﷺ سے محروم ہو چکے ہیں۔ ایک انسان کے وجود میں بیماری ہوتی ہے آپ اسے دوا دیتے ہیں علاج کرتے ہیں وہ ٹھیک ہو جاتی ہے لیکن کبھی وہ دوا چھوڑ دیتا ہے بد پرہیزی کرتا ہے پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے ایک بندے کو شوگر ہے آپ انسولین لگاتے ہیں وہ ٹھیک ہو جاتا ہے پھر وہ انسولین لگانا چھوڑ دیتا ہے۔ تو معاشرے کی انسانیت کی اصلاح تو معیت پیغمبر ﷺ سے ہوئی ہے لیکن جب بھی کوئی بد پرہیزی کرے گا تو وہیں پہنچ جائے گا جہاں سے چلا تھا۔ وہی بیماریاں پھر واپس آ جائیں گی جن سے وہ نکل کر آیا تھا۔ وہی اخلاقی گراوٹیں وہی انسانی قدروں سے دوری وہی عیوب اور برائیاں وہی خرابیاں جن سے شفا ملی۔ اتباع رسول ﷺ نہیں کریں گے تو پھر وہی لوٹ آئیں گی۔ ہمارا معاشرہ ان مثالوں سے پر ہے اور حیرت ہے کہ ہم کلمہ بھی پڑھتے ہیں الحمد للہ اور جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہوتا ہے آنکھ کھولتے ہی سب سے پہلی آواز اس کے کان میں کلمہ ہی کی پڑتی ہے مرتے دم تک وہ کلمہ پڑھتا بھی رہتا ہے سنتا بھی رہتا ہے اذانیں بھی سنتا ہے نمازیں بھی پڑھتا ہے روزے بھی رکھتا ہے حج بھی کرتا ہے پھر جب عملی زندگی کی طرف آتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں اس کروڑوں کے ملک میں کروڑوں دکانیں بھی ہیں اور اکثر تاجر پیشہ لوگ نمازی ہیں، اکثر نے داڑھیاں بھی رکھی ہوئی ہیں بیشتر ان میں حاجی بھی ہیں۔ ہر سال عمرے پر بھی جاتے

ہیں حج پر بھی جاتے ہیں لیکن جب لین دین کی بات آتی ہے تو دل نہیں مانتا کہ کسی پر اعتبار کیا جائے کہ جو قیمت بتا رہا ہے وہ بھی ٹھیک ہوگی اور جو کو الٹی دے رہا ہے وہ بھی ٹھیک ہوگی کیسی عجیب بات ہے اتنی محنت اتنا مجاہدہ کرنے کے بعد اس نے داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے پانچ وقت نماز بھی پڑھتا ہے حج بھی کئے ہوئے ہیں، صدقات بھی دیتا ہے، روزے بھی رکھتا ہے پھر ایسا کیوں ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ آج کی مسلمانی اداکاری ہو چکی ہے۔ آپ سینما ہال میں ایک بندے کو سکرین میں دیکھتے ہیں کہ وہ بظاہر دس دس بندوں کو گراتا چلا جاتا ہے لیکن شاید جب وہ سکرین سے باہر آئے تو بچہ بھی اسے پچھاڑ دے یا کوئی معمولی انسان بھی اسے گرا دے۔ وہ ڈرامہ ہوتا ہے ایکٹنگ ہوتی ہے، سکرین پر تو ہو رہی ہوتی ہے، حقیقی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ہمارا کردار بھی ایکٹنگ کے زمرے میں چلا گیا ہے ہم اس طرح کا حلیہ بنا لیتے ہیں سجدہ کر لیتے ہیں لیکن وہ جو معیت پیغمبر ﷺ تھی، نبی کریم ﷺ کے ساتھ جڑ جانا تھا۔ دامن پیغمبر ﷺ سے وابستہ ہو جانا تھا وہ ہم نے چھوڑ دیا۔

حضور اکرم ﷺ کے وجود عالی پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ کیوں نہیں بیٹھتی تھی؟ اللہ اسے بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا تھا آپ ﷺ کا وجود عالی اتنا پاک اور نظیف تھا کہ آپ ﷺ کے وجود اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ تو مکھی یہاں نہیں جڑ سکتی حالانکہ اللہ نے اسے پیدا کیا ہے اس بے چاری نے خود گندگی تو پسند نہیں کی تھی۔ تخلیقی طور پر ایسی ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کے وجود مبارک پر بیٹھنے کی اسے اجازت نہیں ہے۔ تو بے کردار اور اخلاق سے عاری اور سود کھانے والا، حرام کھانے والا اور جھوٹ بولنے والا بھلا نبی کریم ﷺ کے ساتھ جڑ سکتا ہے؟ جڑنے کی شرط بھی تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو جڑنے کے قابل بنائے اور وہ بڑا آسان ہے یہ تو بڑا مشکل ہے کہ ہم پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ، ستر ستر، اسی اسی، سال ضائع کر بیٹھتے ہیں اور خرابیاں کرتے رہتے ہیں لیکن اللہ نے آسان بھی کر دیا ہے کہ صدق دل سے خلوص دل سے توبہ کر لو عہد کر لو آئندہ نہیں کروں گا میں تمہیں ایسا پاک کر دوں گا جیسے تم آج دنیا میں پیدا ہوئے ہو۔ تمہیں اپنے نبی کریم ﷺ سے پیوست کر دوں گا بڑی آسانی کر دی ہے اللہ نے۔ مجھے یاد نہیں لیکن علماء کرام میں سے ایک حضرت تھے اور بڑے مزے کی باتیں کرتے تھے۔ کہتے تھے بچہ روٹھ جائے تو منانا مشکل ہو جاتا ہے اللہ کو منانا تو اس سے بھی آسان ہے کہ صدق دل سے کبھی چند آنسو دردِ دل اور ایک آہ نصیب ہو جائے۔

چند آنسو دردِ دل اور ایک آہ
اے خدا! تجھ کو منانا کس قدر آسان ہے

کوئی بھاری قیمت نہیں دینا پڑتی، احساس زندہ ہو جائے، دل میں بات آجائے کہ مجھے اللہ کو منانا ہے، اقرار کر لے کہ اے اللہ! میں نے بہت غلطیاں کیں ہیں اب دیانتداری سے کوشش کروں گا کہ آئندہ نہ کروں۔ توفیق تو نے دینی ہے، ہو گئی تو معافی تجھ ہی سے مانگنی ہے لیکن اپنی دیانت داری سے کوشش کروں گا کہ تیری نافرمانی نہ کروں اتنی سی بات پر فرمایا ہے کہ ایسے پاک کر دوں گا جیسے آج تو دنیا میں پیدا ہوا ہے تو آج بھی یہ توبہ علاج ہے۔ نبی کریم ﷺ سے جڑنے کا آسان ذریعہ بھی توبہ ہے۔ بڑے بڑے دانشور، بڑے بڑے ہمارے پڑھے لکھے لوگ، کابینہ کے لوگ، وزراء، کالم نگار، دانشور، ایک بحث لئے بیٹھے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر دکھائی جاتی ہے کہ یہ جنگ کس کی ہے اور ہم کیوں لڑ رہے ہیں؟ فوج حق پر ہے یا طالبان حق پر ہیں یا جو بھی ہے، کبھی انہیں طالبان کہتے ہیں، کبھی انہیں شدت پسند کہتے ہیں، کبھی دہشت گرد کہتے ہیں، مختلف نام ہیں۔ مراد صرف یہ ہے کہ جو لڑ رہے ہیں فوج کے ساتھ وہ صحیح ہیں یا درمیانی کوئی راستہ ہے یا یہ ایک سوال ہے کہ یہ جنگ جو چھڑ گئی ہے کب ختم ہوگی؟ اب کہتے ہیں کہ کوئی ٹائم فریم

تو نہیں دیا جا رہا چلو جی سادہ سی بات ہے لیکن عجیب بات ہے کہ جو حل ہے اس کی طرف کوئی آتا نہیں آج بھی اس کا حل ایک ہی ہے۔

کسی ایک جائی سے اب عہد غلامی کرلو
اور ملت احمد ﷺ مرسل کو مقامی کرلو

آج حکمران بھی اور باغی بھی دونوں در رسول ﷺ پر آجائیں تو آج ہی جنگ ختم ہو جائے گی آج ہی امن قائم ہو جائے آج ہی سب تنازعات ختم ہو جائیں جب ساری شدت برائی کے خلاف جمع ہو جائے اور آپس میں رحمت کا جذبہ کارگر ہو جائے أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ؕ جھگڑا کس بات پر ہوگا؟ جنگ کیوں ختم نہیں ہو سکتی؟ چند آنسو در دِل اور ایک آہ اب آنسو کی جگہ لوگ انگارے برساتے ہیں درِ دِل سے آشنا ہی نہیں۔ درِ دِل ہی نہیں ہے تو آہ کہاں سے آئے گی۔ تو میں سنتا رہتا ہوں دانشوروں کی باتیں یہ بات کوئی نہیں کہتا نہ کرتا ہے نہ اس طرف آتے ہیں مختلف علاج تلاش کرتے ہیں تو میرے بھائی آج بھی ہم نے مِن حیث القوم رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا عہد نہ کیا تو ایک دوسرے کے گلے کٹتے رہیں گے اغیار بھی ہمیں مارتے رہیں گے اور ہم بھی ایک دوسرے کو مارتے رہیں گے یہ سارا وبال ہی تو نافرمانی کا ہے، یہ ذلت اور رسوائی ہمارا مقدر کیوں بن گئی، ہم نے اپنے نبی کریم ﷺ کا اتباع چھوڑ دیا، رسول ﷺ کا کمال یہ ہے کہ جو آپ ﷺ کے ساتھ منسلک ہو گیا وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ جسے معیت پیغمبر ﷺ نصیب ہو گئی، اب یہ اللہ کی عطا ہے، اس نے کس کو کتنی دی۔ تمام صحابہ کرامؓ کو معیت پیغمبر ﷺ صحبت پیغمبر ﷺ سے ہی ملی۔ پھر ان میں کچھ لوگ بہت سربلند ہیں ہر ایک کے مدارج ہیں جیسے قرآن میں بھی ہے کہ جو ہجرت سے پہلے ایمان لے آئے وہ افضل ہیں جو بعد میں لائے وہ بھی افضل ہیں لیکن پہلے بہت آگے چلے گئے جیسے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو بدر میں تھے ان کا مقام بہت بلند ہے جو اُحد میں تھے مختلف مدارج ہر ایک کے ہیں۔ ایک ہستی صحابہ کرام میں ایسی ہے، معیت رسالت میں جس کا کوئی ساتھی نہیں۔ کوئی دوسرا نہیں کہ شب ہجرت رسول ﷺ جب در اقدس سے نکلے تو ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر جلوہ افروز ہوئے آپ کو ہمراہ لیا اور صرف دو ہستیاں تھیں جو اللہ کی راہ میں ہجرت کر رہی تھیں، کوئی تیسرا نہیں تھا۔ ایک محمد رسول اللہ ﷺ اور ایک ابوبکر صدیقؓ کوئی تیسرا نہیں تھا۔ یہ اللہ کی دین ہے ایران کے عالم ہوئے ہیں علامہ باذل حیدری شیعہ علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک تاریخ لکھی تھی منظوم فارسی میں اس کا نام ہے حملہ حیدری وہ کتاب بعد میں پھر اس میں بہت سے تبدیلیاں کی گئی اس کے شعر بدل دیئے گئے اس کے مضامین بدل دیئے گئے لیکن الحمدللہ ہمارے پاس دارالعرفان کی لائبریری میں اس کا اصل نسخہ موجود ہے۔ اس میں علامہ باذل بھی لکھتا ہے کہ "جب آپ ﷺ صحرا میں پہاڑ میں کچھ دور مکہ مکرمہ سے نکل کر چلے تو آپ ﷺ کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔

چوں رفتند چندین بدامانِ دشت
قدوم فلک سایہ مجروح گشت

اس وقت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کو کاندھوں پر سوار کر لیا۔

ابوبکرؓ آنگہ بدوشش گرفت
ولے این حدیث است جائے شگفت

اس سے پہلے زمین تو ساتھ لگ رہی ہے حضور اکرم ﷺ کے قدوم مبارک کے۔ دوسرے ساتھی ابوبکرؓ تھے۔

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ

جب دو میں سے دوسرا اُن کے ساتھ دو ہی ہستیاں تھیں۔ ایک محمد رسول ﷺ اور دوسرے ابوبکر صدیقؓ کوئی تیسرا نہیں تھا۔ لیکن قدوم مبارک زمین پر تو پڑ رہے تھے پھر اللہ نے چاہا کہ یہ نعمت

صحبت نبوت اکیلے ابوبکر صدیقؓ کو نصیب ہو تو ان کے کندھوں پر سوار کر دیا۔ اب زمین بھی ابوبکرؓ کے قدم چوم رہی تھی محمد رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ کے کندھوں پر سوار تھے یعنی کائنات میں واحد ہستی، اکیلا شخص جسے یہ قرب نصیب ہے وہ ذات ابوبکر صدیقؓ ہے۔ علامہ باذل کہتا ہے

ابوبکر آں گاہ بدوشش گرفت
ولے ایں حدیث است جائے شگفت

ابوبکر صدیقؓ نے بار نبوت کاندھوں پر اٹھا تو لیا لیکن یہ بڑی حیران کن بات تھی۔

کہ در کس چناں قوت آمد پدید
کہ بار نبوت تواند کشید

ایک پتلے دبلے لاغر شخص میں اللہ نے اتنی ہمت دے دی کہ نبوت کا بوجھ کندھوں پر اٹھا کر لے جا رہا ہے اور پہاڑ پر چڑھ رہا ہے۔

یہ تو اپنے اپنے نصیب کی بات ہے لیکن صحبت کا کمال اور اثر ہوا کہ محبت کی مثال قائم ہوگئی وصال نبوی ﷺ کا صحابہؓ پر کیا اثر ہوا؟ صحابہ کرامؓ کے سوا کون سمجھ سکتا ہے کسی کا بوڑھا باپ مر جائے تو اس کے دکھ کا اندازہ دوسرا کوئی نہیں کر سکتا لیکن کسی بوڑھے باپ کا جوان بیٹا بچھڑ جائے تو کون ہے جو اس کے دل کی کیفیت جان سکتا ہے؟ دنیا میں یہ سب ہوتا رہتا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کا وصال جس کیفیت میں صحابہ کرامؓ کو مبتلا کر گیا وہ میری اور آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ نہ ہم میں وہ محبت ہے نہ ہم نے وہ محبت کی، نہ ہمیں وصال محبوب کی وہ لذت نصیب ہوئی، نہ اس جدائی کا اندازہ کر سکے۔ فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ فرماتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے کہ مدینہ منورہ میں شاید رات ہوگئی ہے روشنی بھی نظر نہیں آتی تھی حالانکہ سورج روشن تھا لیکن ہمارا یہ عالم ہوگیا تھا کہ ہم سمجھتے تھے کہ رات ہوگئی ہے ہمیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دکھ کا یہ عالم اور زمانے نے عجیب پلٹا کھایا کہ قیصر نے فوج سرحد پر بھیجنے کا حکم دے دیا۔ کسریٰ دنیا کی دوسری سپر پاور اس موقعے کی تاڑ میں کھڑا ہوگیا کہ میں عربوں کو سزا دوں مسیلمہ کذاب حضور اکرم کے آخری ایام میں نبوت کا دعویٰ کر چکا تھا اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ طلیحہ نامی شخص نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کر دیا پانچ چھ سات کے قریب جھوٹے مدعیان نبوت میدان میں اتر آئے بڑے بڑے سات قبائل نے مرکز کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا کہ وہ ایک ٹیکس تھا جو مرکز کو دیتے تھے جو حضور اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ تھا اب حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوگیا تو ہم اپنی زکوٰۃ نہیں دیں گے اور خرچ کرنی ہوگی تو اپنی مرضی سے کریں گے مرکز کو نہیں دیں گے۔ چھ سات مدعیان نبوت، قیصر کا اعلان الگ، کسریٰ کا خوف الگ اور مدعیان نبوت ایسے برائے نام نہیں تھے۔ مسیلمہ کذاب پہاڑی علاقے میں رہتا تھا اور چالیس ہزار جنگجو فوج تھی۔ اس کے ساتھ اس کے اپنے قبیلے سے چالیس ہزار کا لشکر اس کے ساتھ تھا۔ مسلمانوں کے پاس تو اتنی افرادی طاقت نہیں تھی اب یہ سارا بار خلیفہ رسول ﷺ پر آ گیا۔ ابوبکر صدیقؓ ایک بزرگ آدمی نحیف و نزار سے تھے بظاہر جسم نحیف و نزار ہی لیکن یہ وہ شخص تھا جسے اکیلے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی کائنات میں کسی کو نہیں ہوئی یہ بیک وقت تمام محاذوں پر ڈٹ کر کھڑا ہوگیا۔ حضور اکرم ﷺ نے جو لشکر تیار کیا تھا قیصر کے مقابلے کے لئے اسے بھی روانہ کر دیا انہوں نے کہا منکرین زکوٰۃ سے بھی جہاد کروں گا اور مدعیان نبوت سے بھی جہاد کروں گا۔ بڑے بڑے اکابر صحابہ کرامؓ بدر اور احد کے غازی لرز اٹھے کہ امیر المومنین آپ کیا فیصلہ کر رہے ہیں؟ بیک وقت اتنے محاذ تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ہماری کتنی فوج ہے اس کے ساتھ اتنے سارے محاذ کوئی ایسی پالیسی

اختیار کی جائے کہ باری باری ان سے نبٹا جائے۔ فرمایا ہر گز نہیں۔ آپ کے الفاظ آج بھی تاریخ میں زر و جواہر کی طرح چمک رہے ہیں انہوں نے کہا ابوبکر صدیق ؓ کے جسم میں سانس باقی ہو اور حضور اکرم ﷺ کے دین میں ایک نقطہ کوئی کمی بیشی کرے اور اس سے جہاد نہ ہو یہ ممکن نہیں ہے سب محاذوں پر لڑوں گا۔ حضرت عمرؓ نے آکر کہا امیر المومنین یہ کیا ہوگا آپ کا مطلب ہے کہ دارالخلافہ میں، مدینہ منورہ میں صرف آپ اکیلے رہ جائیں گے فرمایا اگر مجھے اتنا ڈر ہو کہ میں بالکل اکیلا ہو جاؤں گا اور مجھے بھیڑیے آکر، چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے تو پھر بھی میں تمام محاذوں پر فوج روانہ کروں گا۔ سب سے جہاد ہوگا اور سب سے جہاد ہوا اور سب کو منہ توڑ جواب ملا منکرین زکوۃ بھی تائب ہوئے مدعیان نبوت کچھ تائب ہو گئے مسیلمہ کذاب مارا گیا جہنم واصل ہوا شکست ہوئی اور جھوٹی نبوت کا سارا تانا بانا بکھر گیا اور قیصر نے بھی اپنی فوجیں بغیر لڑے واپس بلا لیں۔ یہ کیا قوت تھی؟ وہی قوت تھی جو انہیں صحبت پیغمبر ﷺ سے نصیب ہوئی۔ کمال سارا وہی تھا۔ تھے تو وہ بھی وہی ذرات لیکن وہ صحبت نبوی ﷺ نے ستارے بنا دیئے تو میرے بھائی آج ہمارا ذاتی علاج بھی، قومی علاج بھی، پہلی اور آخری دوا یہی ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جڑ جائیں۔ فرمایا وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا اے مخاطب! انہیں جب بھی دیکھے گا رکوع اور سجود میں دیکھے گا۔

وقت ختم ہو گیا لیکن آیت کریمہ کا ترجمہ مکمل کر دوں۔ تو کیا صحابہ کرامؓ صرف رکوع اور سجود کرتے تھے کوئی کام نہیں کرتے تھے؟ انہوں نے تجارت بھی کی، جہاد بھی کئے، ممالک بھی فتح کئے، شہید بھی ہوئے، مارا بھی، کاروبار بھی کئے، مزدوری بھی کی، ملازمت بھی کی لیکن ہر کام اس طریقے سے کرتے تھے کہ وہ رکوع اور سجود شمار ہوتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی دنیا بھی دین ہے کہ دنیا کا ہر کام بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں کرتا ہے۔ دین اللہ اور اللہ کے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا نام ہے۔ سو فرمایا کہ صحبت کا تیسرا اثر یہ ہے کہ اس کی زندگی اطاعت پیغمبر ﷺ میں ڈھل جاتی ہے۔ اسے جب بھی دیکھیں ہر کام خلوص نیت کے ساتھ کرتا ہے۔ دیانت داری سے کرتا ہے اور جائز طریقے سے کرتا ہے۔ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی بارگاہ سے روزی تلاش کرتے ہیں۔ مزدوری بھی کرتے ہیں۔ کاروبار بھی کرتے ہیں۔ رزق کے معروف ذرائع استعمال کرتے ہیں لیکن اس انداز سے کرتے ہیں گویا رکوع و سجود شمار ہو رہا ہے۔ فرمایا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں تو میرے جمال کو دیکھنا چاہے تو میرے نبی کریم ﷺ کے صحبت یافتہ لوگوں کی پیشانیوں پر ایک نور رکو رقصاں دیکھ۔ دنیا میں کسی کو یہ لالچ ہو کہ میں اللہ کے جمال کو دیکھوں تو ان لوگوں کی پیشانیوں پر میرا جمال رقصاں نظر آئے گا جب وہ دنیا میں بھی ہوتے ہیں تو تجلیات باری ان کے چہروں پر رقصاں ہوتی ہیں۔ فرمایا ان کی مثال تو میں نے تورات میں دی تھی۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ

یہ مثالیں جو قرآن آج بیان فرما رہا ہے یہ تورات میں بھی بیان ہوئی تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تورات کو ماننے والوں پر بھی ان کی عظمت ماننا اتنا ضروری تھا کہ انکار کرنے والا اس زمانے میں بھی مسلمان نہ ہوتا تھا۔ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ اور انجیل میں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسان کھیتی بوتا ہے۔ ایک تنکا اگتا ہے پھر وہ پودا بنتا ہے پھر اس پر پھل آجاتا ہے تو کتنا زیادہ آتا ہے اور بونے والا اسے دیکھ کر کتنا خوش ہوتا ہے۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں یہ دین کی وہ کھیتی ہیں جو میرے پیغمبر ﷺ نے بوئی جو آپ ﷺ کی قیادت میں

پلی اور بڑھی اور اس میں پھل آئے اور میرا نبی ﷺ اسے دیکھ دیکھ کر باغ باغ ہوتا تھا۔ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کھیتی بونے والا کاشتکار تو بہت خوش ہوتا ہے لیکن لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ہر کافر کو اس سے ناراضگی ہوتی ہے اور ان پہ خفا ہوتا ہے۔ گویا صحابہ کرام پہ خفگی کفر کی دلیل ہے اور نیک لوگوں سے خفگی میں سوءِ خاتمہ کا ڈر ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار تو کفر ہے بندہ کافر ہو جاتا ہے لیکن ولی کی ولایت کا انکار تو کفر نہیں فرمایا نہیں ولایت کا انکار کفر نہیں ہے لیکن ایسے لوگ مرتے عموماً کفر پر ہی ہیں۔ یہ مفضی الی الکفر ہے یہ آہستہ آہستہ کفر کی طرف لے جاتا ہے فرمایا اگر اہل اللہ سے استفادہ نہ کر سکو تو ان کا انکار نہ کرو، انہیں اللہ کے سپرد کر دو۔ وہ جانے ان کا رب جانے تو دین دار ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ بے دین اس پر بڑے ناراض ہوتے ہیں۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾ فرمایا یہ مخالف خفا ہوتے رہیں اللہ کریم نے تو تمام صحابہ کرامؓ کے ساتھ بخشش کا مغفرت کا اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ فرمایا پھر کفار کا غصہ ان کا کیا بگاڑے گا؟ میرے بھائی میرے عرض کرنے کا مقصد، ماحصل، نتیجہ سب کچھ جو میں چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری ساری محنت صرف اس لئے ہے کہ ہمیں وصول نبوت حصول بارگاہ رسالت نصیب ہو، اللہ کے لئے اس بات کی لاج بھی رکھوا پنی عملی زندگی میں دوسروں سے مختلف نظر آؤ سچ بولنے میں دیانت داری میں امانت داری میں اس بات کی لاج رکھو کہ اگر میں حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچنے کی تمنا رکھتا ہوں تو مجھے کیسا ہونا چاہیے۔ اللہ کریم ہم سب پر رحم فرمائے ہمارے گناہ معاف فرمائے اور ہماری مرادیں پوری کرے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

صحبت کا اثر

ایک انسان رات بھر اگر اللہ اللہ کرتا ہے اور چند لمحے نا اہلوں کی صحبت میں گزار دے تو بنانِ تعمیر کی نسبت تخریب آسان ہوتی ہے رات بھر میں جو اس نے تعمیر کی ہے۔ اسے ان کی ایک بات ضائع کرنے کے لئے کافی ہوگی۔ یاد رکھیں نا اہلوں کی صحبت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے جو ان میں جائے تو ان کو بھی اپنا جیسا کر لے۔ بعض لوگ جو ہیں وہ بدکاروں کے پاس بھی بیٹھ جائیں تو خود برائی میں ملوث نہیں ہوتے۔ انہیں نیکی کی طرف مائل کر لیتے ہیں یا کم از کم یہ اثر ہوتا ہے کہ جتنی دیر وہ ان کے پاس رہیں وہ کوئی برائی نہیں کرتے اگر پوری طرح نیکی کی طرف وہ پلٹ نہ آئیں تو جتنی دیر وہ شخص ان کے پاس رہے گا وہ برائی سے باز رہے گا۔ یہ بھی تو فائدہ ہو گیا۔

لیکن اگر کوئی شخص ایسی صحبت میں جا کر مغلوب ہو جائے اور ان کا حال اس پر غالب ہو جائے تو اس کی ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے۔

یہ دونوں باتیں ایک بنیادی ستون کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر غذا میں فرق آئے تو عبادت میں فوراً بے ذوقی آ جاتی ہے اور اگر نا اہل کی صحبت میں جانے سے اس کے حال سے مغلوب ہو گیا تو سارا اثر جا کر عبادت پر پڑتا ہے اور پھر اس کا ذکر میں جی نہیں لگتا۔ اس طرف توجہ نہیں ہوتی اس طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی۔

(امیر محمد اکرم اعوان)

حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

(جمیل شاہ حویلیاں ایبٹ آباد)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا
عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

1980ء میں راولپنڈی میں حافظ علامہ قادری صاحب کے گھر پر شادی کے موقع پر راولپنڈی اسلام آباد کے علماء کرام کا ایک اجتماع ہوا۔ مولانا ریاض احمد اشرفی صاحب کے توسط سے علماء کرام کی دو محفلیں سجیں۔ ایک محفل دن کے کھانے سے پہلے منعقد ہوئی اور جید علماءِ کرام نے اس میں شرکت فرمائی۔ محفل شروع ہوتے ہی راولپنڈی شہر سے ایک مولوی صاحب تشریف لائے اور باہر آ کر اعتراض کرنے لگے کہ تمام علماء کرام نیچے فرش پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے پیر صاحب چارپائی پر جلوہ افروز ہیں اتنے میں حضرت محفل میں خود ہی فرمانے لگے کہ میں بچپن میں بکریاں چراتے ہوئے ایک درخت سے گر گیا تھا جوانی میں تو وہ درد خاموش رہا لیکن اب بڑھاپے میں وہ درد جاگ اٹھا اور اب میں نیچے بیٹھ نہیں سکتا۔ مجھے خود شرم محسوس ہو رہی ہے کہیں علماء کرام سے گستاخی نہ ہو جائے۔

محفل کی ابتداء ذکر الٰہی کی ضرورت واہمیت اور طریقہ ذکر سے شروع ہوئی اس محفل کی چند باتیں جو جلدی جلدی میں اپنی نوٹ بک میں لکھ سکا اور کچھ ٹوٹی پھوٹی کیسٹ سے میسر آئیں لکھ رہا ہوں۔

حضرت نے ذکر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ذکر الٰہی تمام عبادات سے افضل ہے قرآن مجید میں ذکر الٰہی کے صلہ میں ایک ایسی نعمت کا وعدہ کیا گیا ہے جس سے بڑی نعمت مومن کے لئے اور کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (سورۃ البقرہ آیت 152) یہ وعدہ صرف ذکر الٰہی کے ساتھ مختص ہے اور ظاہر ہے جسے اللہ تعالیٰ یاد کرے اس سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے؟ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (سورۃ عنکبوت آیت 45) اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے واقعی اگر ذکر الٰہی سب سے بڑی نعمت نہ ہوتی تو اس سلسلے میں اَذْکُرْکُمْ کی نعمت غیر مترقبہ کیوں کر مل سکتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ، حضور اکرم ﷺ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ لفظ احیان جمع ہے اور قاعدہ ہے کہ اضافت جمع کی اپنے مابعد کی طرف استغراقِ حقیقی کا فائدہ دیتی ہے اور پھر اس پر محیط الافراد لفظ "کل" بھی ہے۔ لہٰذا تمام اوقات میں بول و براز اجماع اکل و

شرب ونیند اور دوسرے مشاغل بھی شامل ہیں۔کل احیان سے مراد ذکر قلبی ہی ہوسکتا ہے اور استغراق حقیقی کی وجہ سے اپنے اوقات میں ذکر لسانی کو بھی شامل ہوگا علماء کرام تشریف فرماہیں یہاں استغراق عرفی یا اضافی نہیں کیونکہ قرینہ مخالطتہ الجنب موجود ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں ذکر لسانی ناجائز ہے اس لئے لازماً ذکر قلبی مراد ہوگا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتادوں جو سب سے افضل ہو جس کا ثواب اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ہو جو تمہارا درجہ سب سے بلند کردے اور وہ عمل سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہو اور جو دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے سے بھی افضل ہو۔صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور اکرم ﷺ ضرور فرمائیں۔فرمایا اللہ کا ذکر سب سے افضل ہے۔ایک دوسری جگہ فرمایا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو اس کی مثال ایسی ہے کہ آدمی کے تعاقب میں دشمن تیزی سے آرہا ہو اور وہ آدمی اس سے بچنے کے لئے قلعہ میں پناہ گزیں ہوجائے، اس طرح شیطان سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ صرف اللہ کا ذکر ہے۔ذکر الٰہی سے غفلت شیطان کے ہاتھ پر بیعت کے مترادف ہے۔فرمایا جو شخص ذکر الٰہی سے آنکھ چرالے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

ایک مولوی صاحب امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل حضرات شیخینؓ کے مقابلے میں بیان کرنے لگے تو جواب ملا میاں ہوش کی دوا کرو۔بیشک امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑی ہستی ہوگی۔باکمال ولی اللہ ہی ہوگا مگر کہاں صحابیؓ براہ راست شمس نبوت سے کسب فیض کرنے والا اور پھر ابوبکر صدیقؓ اور فاروق اعظم جو صحابہ کرامؓ کے بھی سردار ہیں۔صحابہ کرامؓ کی شان بہت عظیم ہے مگر اس عظمت وشان کے باوجود قرآن مجید کا اصول موجود ہے کہ خبردار اگر کوئی بھی باپ ہو یا بیٹا، بیوی ہو یا بھائی، مال وزر ہو یا جائیداد اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد سے بڑھ کر عزیز ہیں تو منتظر رہو اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔اس کے مخاطب اول صحابہ کرامؓ ہیں یعنی اگر یہ جرم کسی صحابی سے بھی (معاذ اللہ) ہوجائے تو محبت رسول ﷺ سے محروم کردیا جائے گا چہ جائیکہ ہم اس دور کے انسان دل ایک ہے اور ایک ہی کے لئے رہے گا۔اگر دوسرا آگیا تو اضطراب پیدا ہوگا سکون نہیں ہوسکتا جس دور میں ہم ہیں یہ اور بھی نازک ہے اس لئے خوب سمجھ لیں۔بیوی بچے اونٹ گھوڑے گاڑیوں مال وجائیداد سے تعلق حفاظت کا ہونا چاہیے اور اس کی محبت کی بھی ایک حد ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق عبادت کا ہو اور محبت غیر محدود اور ہر اُلفت پر غالب ہو۔اگر اس رتبے کو حاصل نہ کرسکے تو پھر چھوڑ بھی نہ دے۔اور اس کے حصول کا ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔یہ جب آتا ہے تو تمام کجی دور کردیتا ہے۔ اور تمام رذائل کو نکال باہر کرتا ہے۔جیسے حضرت سلیمانؑ کا مکتوب پا کر ملکہ سبا بلقیس نے امراء سے مشورہ طلب کیا تھا تو سب نے کہا تھا کہ ہم طاقت میں کسی سے کم نہیں اور لڑنے کی قوت بھی رکھتے ہیں مگر حکم تو آپ ہی کا ہوگا۔کہنے لگی تم نہیں جانتے کہ جب بادشاہ بحیثیت فاتح کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اہالیان شہر پر کیا بیت جاتی ہے، ہر چیز برباد کردیتے ہیں امراء اور بااثر لوگ ذلیل ہوجاتے ہیں، اسی طرح ذکر الٰہی بھی بہت بڑا بادشاہ ہے، حاکم ہے۔جب یہ کسی دل کو فتح کرتا ہے تو تکبر وغرور، لالچ وحرص، ہوا وہوس جو وہاں سردار بنے بیٹھے ہوتے ہیں، ذلیل کرکے نکال دیتا ہے، تب جا کر دل قلب سلیم بنتا ہے اور کشف کی استعداد پاتا ہے اور رجال اللہ (مردانِ خدا) کو کوئی تجارت ذکر الٰہی سے قیام نماز اور ادائیگی زکوٰۃ سے مانع نہیں۔یعنی جن کو دنیا اللہ سے دور کردیتی ہے وہ مرد نہیں۔مردانِ خدا پر دنیا کا جادو نہیں چلتا۔دنیا وہ چیز ہے جو اللہ سے اور اس کے احکامات کی ادائیگی سے روک دے۔اللہ کی یاد سے

غفلت کا نام دنیا ہے، لباس، بیوی، بچے، مال و دولت اگر خدا سے غافل نہیں کرتے تو یہ دنیا نہیں۔ فرمان نبی ﷺ ہے مومن وہ اچھا ہے جو لوگوں میں زندگی بسر کرتا ہے اور ان کے ایذا پر صبر کرنا چاہتا ہے خواہشات نفسانی کو رضائے باری پر قربان کر دینا یہ منزل ہے فنافی اللہ کی۔ اور جب اس اللہ سے جڑ گیا اس سے تعلق کلی قائم کر لیا یہ منزل بقاباللہ کی ہے۔

ایک سوال کہ ذکر کا مروجہ طریقہ یعنی "ہو" کی ضربات قلب روح وغیرہ مقامات پر لگانا اور اس کی تفصیل کیا یہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ثابت ہے؟ فرمایا اس سوال کے جواب کو سمجھنے کے لئے چند تمہیدی اور جو مسلمات کی حیثیت رکھتے ہیں سمجھنا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جن حضرات کو ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں ان میں اور دوسرے لوگوں میں یہ فرق ہوتا ہے کہ ان حضرات نے برسوں مجاہدہ اور ریاضت کر کے اپنا تزکیہ کر لیا ہوتا ہے۔ ان کی شان امتیازی ہوتی ہے۔ ہاں جو عبادات منصوص اور مقرر ہیں ان میں تو وہ عام مسلمانوں ہی کی طرح ہوتے ہیں۔ ان کا سارا مجاہدہ ذکر الٰہی کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ مسلمات میں سے ہے کہ دنیا بھر کے اولیاء اللہ کے مدارج اکٹھے کئے جائیں اور ان کا ایک مینار بنایا جائے تو جہاں ان کی بلندی ختم ہوگی وہاں سے ایک ادنیٰ صحابیؓ کے مدارج شروع ہوں گے جس کا مطلب یہ ہوا کہ صحابی ہونے سے جو تزکیہ ہوتا ہے وہ اولیاء اللہ کے زندگی بھر کے مجاہدوں سے نہیں ہو پاتا تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابیؓ بننے کے لئے کتنا مجاہدہ کرنا پڑا ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی صرف ایک نگاہ میں صحابیؓ بن گیا یعنی اس ایک نگاہ میں اتنی قوت تھی کہ اعلیٰ درجے کا تزکیہ ہو گیا۔ پھر یہاں دو ضمنی سوال پیدا ہوتے ہیں کہ کیا صحابہؓ کو ذکر الٰہی کی ضرورت نہیں تھی اور وہ ذکر نہیں کرتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ ذکر بیمار دلوں کی دوا ہے، یہ دوا اللہ تعالیٰ نے خود تجویز فرمائی ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد آیت 28) خبردار دلوں کا اطمینان اللہ کا ذکر سے ہے اور ظاہر ہے کہ دل کی بڑی بیماری بے چینی اور بے اطمینانی ہی ہے دوسری حیثیت غذا کی ہے اس کی نشاندہی بھی اللہ تعالیٰ نے فرمادی یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ (سورۃ ال عمران آیت 191) وہ اللہ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں۔ پس صحابہ کرامؓ کا تزکیہ تو نگاہ مصطفےٰ ﷺ سے ہو گیا مگر ذکر الٰہی ان کی غذا تھی۔ جیسے کہ حضور اکرم ﷺ کے متعلق صدیقۂ کائنات نے فرمایا کَانَ رسول اللہ ﷺ یَذْکُرُاللہ فی کل احیانِہٖ۔ یعنی حضور اکرم ﷺ زندگی کے ہر لمحے اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ ذکر الٰہی کی ضرورت تو ارشاد ربانی اور حضور اکرم ﷺ کے عمل سے واضح ہو گئی مگر اس کی اہمیت کا اندازہ آپ علماء کرام اس امر سے لگائیں کہ قرآن مجید میں 160 مقامات پر ذکر الٰہی کا کسی نہ کسی رنگ میں بیان ہوا ہے اور اس کی تائید کی گئی ہے۔ رہی آپ کی بات کہ ذکر الٰہی کا کوئی خاص طریقہ بھی قرآن و سنت سے ثابت کریں تو اس سلسلے میں ایک اصول پیش نظر ہے۔ وہ یہ کہ شریعت نے کچھ عبادتیں ایسی فرض کی ہیں جن کے اوقات مقدار، ہیئت سب مقرر کر دی ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ اور کچھ عبادتیں ایسی فرض کی ہیں جن کا حکم دے کر فرض قرار دیا مگر وقت مقدار اور صورت متعین نہیں فرمائی۔ مثلاً دین کا ضروری علم حاصل کرنا، دین کی تبلیغ، جہاد کرنا، ذکر الٰہی کرنا وغیرہ اس لئے ان عبادات میں کسی خاص صورت کو لازمی قرار دینا دراصل دین میں اضافہ کہلائے گا۔ آپ جانتے ہیں حضور اکرم ﷺ کے عہد میں دین کا علم حاصل کرنا ضروری تھا چنانچہ حضور اکرم ﷺ خود معلم تھے۔ مسجد نبوی کا صحن مدرسہ بھی تھا اور یونیورسٹی بھی تھی دارالعلم بھی تھا اور نصاب تعلیم صرف قرآن مجید تھا۔ اب آپ دیکھتے ہیں کہ ہر شہر میں دارالعلوم کھلے ہیں اور نصاب تعلیم میں صرف ونحو، منطق، فلسفہ، ادب فقہ، حدیث تفسیر وغیرہ تمام علوم پڑھائے جاتے ہیں کتابوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ ہدایہ نحو، مختصر معانی، قدوری ہدایہ، کافیہ،

بخاری، ترمذی، بیضاوی جلالین وغیرہ۔ اب اگر کوئی شخص ان دارالعلوم والوں سے مطالبہ کرے کہ کیا ان کتابوں کی تعلیم دینا نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ثابت ہے۔ مستند کتب تواریخ یا حدیث کا حوالہ مانگے تو آپ ہی فرمائیں کہ اسے کیا جواب ملے گا۔اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے عہد میں تبلیغ دین فرض تھی اوراب بھی فرض ہے۔اس وقت حضور اکرم ﷺ خود مبلغ تھے صحابہ کرام مبلغ تھے اور تبلیغ کا طریقہ کار زبانی تقریر اور قرآن کا مفہوم بتانا تھا۔اب بھی تبلیغ ہو رہی ہے۔مگر کیسے؟ جیسے تقریریں، کتابیں، ریڈیو اور تبلیغی جماعت کے دورے وغیرہ ۔ اب اگر آپ سے کوئی پوچھے کیا حضور اکرم ﷺ بستر لے کر گھر سے نکلتے، جماعت بناتے دوسرے شہر میں رات گزارتے اور عصر کے بعد گشت کرتے مغرب کے بعد بیان کرتے اور بیان کے بعد کاغذ پنسل لے کر کھڑے ہوجاتے کہ لکھاؤ کتنا وقت دو گے آپ خود ہی فرمائیں اسے کیا جواب ملے گا؟ اسی طرح حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر جہاد فرض تھا۔آج بھی فرض ہے مگر حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ تیر، تلوار اور نیزہ سے جہاد کرتے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ مطالبہ کرے کہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کے لئے کلاشنکوف استعمال کی یا صحابہ کرامؓ نے میزائل چلائے تو آپ ہی فرمائیں کیا جواب ملے گا؟

ان سوالوں کا ایک ہی جواب ہے کہ ایک ہوتا ہے مقصد اور ایک ذریعہ۔ پھر کبھی تو حصول مقصد کے ذرائع مقرر ہوتے ہیں۔ کہیں ذرائع کے سلسلے میں کوئی پابندی نہیں ہوتی۔لہٰذا مقاصد بدلتے نہیں۔ ذرائع بدل سکتے ہیں۔لہٰذا ذکر الٰہی مقصد ہے اس کی کوئی خاص صورت شریعت میں متعین نہیں۔لہٰذا اس میں اہل فن جس صورت کو حصول مقصد کے لئے مفید سمجھیں اور شریعت میں اس کی ممانعت نہ ہو وہی درست ہوتی ہے۔لہٰذا ذکر الٰہی کے لئے اہل ذکر نے جو صورتیں اختیار کی ہیں وہ حصول مقصد کے لئے مفید بھی ہیں اور شریعت میں ان کی ممانعت بھی نہیں تو ان کے متعلق کہ آیا یہ صورت حضور اکرم کی سیرت طیبہ سے ثابت ہے سوال کرنا ہی بے محل ہے۔

آپ علماء کرام تشریف رکھتے ہیں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ علماء دیوبند جب فارغ التحصیل ہوتے تھے تو اس پایہ کے لوگ تھے کہ بعض مفسر بنے، بعض محدث بنے بعض فقیہ مگر وہ سب کے سب کچھ بننے کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شاگرد بن کر حاضر ہوتے۔ آخر آپ ہی بتائیں کیوں؟ حالانکہ حاجی صاحب کوئی بڑے عالم بھی نہ تھے۔ حاجی صاحب کے پاس وہ چیز تھی جو دارالعلوم کے فارغ علماء کے پاس نہ تھی اور وہ تھا تزکیہ کا فن۔یعنی تمام اکابر دیوبند حاجی صاحب کو اس فن کا امام سمجھتے تھے تو ہم عامیوں کو تو لازماً انہیں امام تسلیم کرنا چاہیے اگر آپ بھی اس سے متفق ہیں تو ان کی کتاب ''ضیاء القلوب'' کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔اس کتاب میں انہوں نے تزکیہ کے فن کے تمام ائمہ متقدمین کی رائے کا نچوڑ دے دیا ہے۔

ابھی محفل جاری تھی کہ دستر خوان پر کھانا چنا گیا۔ اکثر دعوتوں میں ہمارا معمول رہا ہے کہ مہمان خصوصی کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ آج بھی ہم سمجھے کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے ہیں۔ہم ان کے قریب خوب پیٹ بھر کر کھالیں گے۔ باوجود رکاوٹ کے حضرت کے ساتھ ہی کھانے کی جگہ میسر آ گئی لیکن زندگی میں پہلی دفعہ حیرت ہوئی کہ علماء کرام کھانے کی ڈشوں پر ٹوٹ پڑے مگر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے گھر سے چپاتی پکا کر لائی گئی اور ایک دو چمچے ساگ کے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی ڈالے اور نوش فرمانے لگے۔ وہ بات تو اس وقت ہماری سمجھ میں نہ آ سکی لیکن اب یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ صوفی کھانے کے لئے زندہ نہیں بلکہ کھانا زندہ رہنے کے لئے کھاتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خوشخبری

حضرت امیر المکرم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ' صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر
Cholestro Care — Rs 200
کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے

پین گو
Pain Go — Rs 100
ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے
مالش کے لیے

ہیر گارڈ آئل
Hair guard Oil — Rs 500
بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough Ez — Rs 30
کھانسی کیلئے گولیاں

کیوریکس
CUREX — Rs 175
جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے
کھانے کے لیے

ملنے کا پتہ:- دار العرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200

17- اویسیہ ٹاؤن شپ لاہور فون 042-5182727

اکرم التفاسیر 26-02-2010

حقیقی خسارہ آخرت کا انکار

دارالعرفان، چکوال (امیر محمد اکرم اعوان)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَیٰ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَھُمْ مَّا کَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُھُوْا عَنْہُ وَاِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰہِ ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْھُمُ السَّاعَۃُ بَغْتَۃً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْھَا ۙ وَھُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَھُمْ عَلٰی ظُھُوْرِھِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا (سورۃ الانعام آیات 27 تا 31 رکوع 4)

ترجمہ: ان آیات مبارکہ کا سادہ سا با محاورہ ترجمہ یوں ہے کہ یقیناً وہ لوگ خسارے میں پڑے جنہوں نے اللہ کے حضور ایک ہونے پہ یقین نہیں کیا حتیٰ کہ ان پر اچانک قیامت ہوگی تو تب وہ پکار اٹھیں گے کہ افسوس ہمیں یہ وقت یاد ہی نہ آیا۔ ہم نے اسے بھلائے رکھا۔ اس سے لاپرواہی کی اور انہیں اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پشت پر اٹھانا پڑے گا دنیا کی زندگی کیا ہے ایک کھیل تماشا ہے اور آخرت بہترین زندگی ہے ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں کیا لوگوں میں اتنی عقل بھی نہیں ہے۔

تفسیر:

انسان بنیادی طور پر ساری زندگی نقصان اور خسارے سے بچنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اس کے خاندانی اُمور ہوں، ذاتی یا قومی ہر شخص کی کوشش ہوتی ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ

کاروبار ہے یا مزدوری اس سے نفع ملے نقصان نہ ہو۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ زندگی بھی ایک کاروبار ہے۔ خالق کائنات نے تمہیں پیدا کیا تمہارے لئے نوع انسانی کے لئے اتنی کائنات بنائی۔ خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (سورہ البقرہ آیت 29) روئے زمین پر جتنی مخلوق پیدا کی اسے ایک انسان کی خدمت پر لگا دیا۔ جانور، پودے، پرندے ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر انسان کی خدمت کر رہی ہے۔ ہوا، سورج۔ پانی ساری کائنات کی ہر تخلیق کو میں نے اس کی بھلائی اور خدمت کے لئے لگا دیا۔ اب انسان کو اتنی سی بات بتائی گئی کہ تمہارے پاس فرصت ہے دنیا میں ان چیزوں کو استعمال کرو، ان سے استفادہ کرو۔ لیکن یہ بات یاد رکھو کہ یہ کائنات تمہاری بنائی ہوئی نہیں ہے تم یہاں کچھ دنوں کے لئے ایک خاص عرصے کے لئے ہو تو جو مالک ہے جس نے اسے بنایا ہے اس نے اس کا طریق استعمال بھی دیا ہے کچھ حدود و قیود مقرر فرمائی ہیں اور وہ حدود و قیود مدنظر رکھتے ہوئے اس کا فائدہ اٹھاؤ اس سے تمہیں آرام بھی ملے گا اور اللہ کی رضا بھی حاصل ہوگی اور تمہاری آخرت اور عملی زندگی سنور جائے گی لیکن لوگوں نے قیامت پر یقین کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگ اتنے کوڑھ مغز ثابت ہوئے کہ وہ اس بات پر یقین اور اعتبار کرنے سے انکار کر گئے کہ پھر دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے حضور جائیں گے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ قصے کہانیاں ہیں کب سے دنیا بنتی آ رہی ہے آج تک تو کوئی زندہ ہوا نہیں جو مرتا ہے واپس دنیا میں نہ آیا۔ جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی پھر وقت محاسبے کا ہوگا جس نے پیدا فرمایا ہے تمہارے لئے اتنی کائنات سجائی ہے اس نے تمہیں اختیار دیا ہے کہ اس کی نعمتوں سے اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق رویہ اختیار کرتے ہو یا محض اسے ضائع کرتے ہو اور اپنی مرضی اور چھینا جھپٹی کر کے چلے جاتے ہو سادہ سی بات ہے دعوت میں ہم بہترین کھانے دیتے ہیں، صوفے سجاتے ہیں، میز لگاتے ہیں، خوبصورت برتن رکھتے ہیں تو ظاہر ہے مہمانوں کی خاطر رکھتے ہیں لیکن کھانے کا بھی ایک سلیقہ ہے وہ کھانے کے لئے ہے برتن توڑنے کے لئے ایک دوسرے پر پھینکنے کے لئے نہیں ہے اگر دعوت میں کوئی اس طرح کریگا کہ اس کی پلیٹ اس سے چھین لے اس کا کھانا اس سے چھین لیا۔ اس کے سر پر گلاس دے مارے اس کے سر پر جگ دے مارے کیا کہیں گے آپ؟ فرمایا یہ دنیا تو دعوت خانہ ہے رب کریم کا اس نے بہت بڑی دعوت سجائی ہے اس نے بے شمار نعمتیں تمہیں دی ہیں انہیں اس کے بنائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کرو۔ اللہ کے نبی اور رسول ﷺ نے قرآن کریم عطا کر کے اس کی شرح عطا کر کے حدیث پاک میں سمجھا دیا ہے۔ ایک اصول ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے کا جو صحیح طریقہ ہے جو شرعی طریقہ ہے اگر آپ اس طریقے سے کریں تو وہ آسان اور سہل ہوگا۔ دو نقطوں کے درمیان آپ پچاس خط بنا سکتے ہیں لیکن خط مستقیم ایک ہوگا۔ صحیح آسان اور مختصر خط مستقیم ہی ہوگا باقی سارے لمبے ہو جائیں گے۔ زندگی کے سارے اطوار ہمیں نبی کریم ﷺ نے بتائے ہیں وہ سب سے زیادہ سہل اور آسان ہیں اور آرام دہ بھی ہیں اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ کے طریقے کے مطابق رہا جائے تو اس پر تعمیر آخرت بھی ہوگی یعنی وہ دنیا کی زندگی اور دنیا میں لگایا ہوا وقت ضائع نہیں ہوتا بلکہ ابدی زندگی کی تعمیر کرتا ہے۔ ہمارے ہاں بالخصوص آج کے دور میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ مغربی ممالک مسلمان تو نہیں ہیں لیکن وہ بڑے ترقی یافتہ ہیں اور ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ ہمارے ملاں ہمیں پرانے زمانے کی طرف لے جا رہے ہیں لیکن اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں تو دنیا میں دو طرح کے نتائج مرتب ہوتے ہیں ایک وہ جو اس عالم میں مرتب ہوتا ہے جس کا نتیجہ فوری سامنے آ جاتا ہے دوسرا وہ جو آخرت میں مرتب ہوتا ہے جو قیامت میں سامنے آئے گا اچھی غذا، اچھی دوا، پیاسے کو

ٹھنڈا پانی آپ دیں گے تو دنیا میں اسے فائدہ دے گا خواہ مومن ہو یا کافر اچھی غذا کافر کو بھی مزا دے گی، ٹھنڈا پانی کافر کی بھی پیاس بجھائے گا لیکن جب حساب ہوگا تو مومن نے ٹھنڈا پانی پی کر اللہ کا شکر ادا کیا ہوگا الحمدللہ کہا ہوگا اسے انعام ملے گا لیکن کافر نے اللہ کو یاد نہیں کیا ہوگا اس کی باز پرس ہوگی۔ اچھی نعمتیں کھا کر مومن نے اللہ کا شکر ادا کیا ہوگا انعام کا مستحق ہوگا کافر نے اپنے دست و بازو کا کمال سمجھا ہوگا، اسکی جوابدہی ہوگی تو جو طرز حیات ہے کاروبار کرنے کا طریقہ میل ملاپ کا سلیقہ، عوام کے حقوق کی دیکھ بھال کا طریقہ اگر یہ طریقے کافر اپنائے گا تو ظاہر ہے وہ بھی دنیا میں کامیاب۔ ہو جائے گا دنیاوی نتیجہ تو وہ بھی پائے گا لیکن جن اقوام کی ہم بات کرتے ہیں جب ظہور اسلام ہوا اور محمد رسول ﷺ نے یہ طریقے تعلیم فرمائے اس زمانے میں یہ قومیں کہاں تھیں؟ اس یورپ کو اس زمانے کا مورخ The cave man لکھتا ہے غاروں میں رہنے والے لوگ۔ انہیں گھر بنانا نہیں آتا تھا اور مغرب بعید کو امریکہ کو اس زمانے کا مؤرخ The wild wild west لکھتا ہے کوئی تہذیب نہیں تھی کوئی نظام نہیں تھا۔ قتل و غارت گری لوٹ مار تھی جب اسلام روئے زمین پر پھیلا تو ان لوگوں نے سوچا کہ عجیب بات ہے کہ ایک طرز حیات ایک طرز یقین صحرا سے بدؤں کے خیموں سے اُٹھا اور ربع صدی میں وہ روئے زمین پر چھا گیا یہ کیا بات ہے کہ لوگوں نے اتنی جلدی قبول کیا انہوں نے تحقیق کی تو ان قوموں نے وہ شعار اپنائے کاروبار میں، طرز سیاست میں، عدالت میں کہ آج بھی پاکستان میں بیٹھ کر ان عدالتوں کی اور مغربی معاشرے کی مثال دی جاتی ہے جو انہوں نے اسلام سے اپنائیں۔ برطانیہ میں آپ کوئی چیز خریدتے ہیں آپ نے گھر جا کر دیکھا کہ اس میں کوئی داغ ہے یا سلائی نکلی ہوئی ہے کوئی نقص ہے تو آپ اس دُکان پر فون کرتے ہیں کہ جناب یہ صحیح نہیں ہے اس میں یہ نقص ہے تو ان کا بندہ آئے گا اچھا بدل کر دے جائے گا اور اپنا خراب واپس لے جائے گا حضور کی بعثت سے پہلے تو یہ وہاں نہیں تھا۔ ہم کیا کرتے ہیں آپ نے چیز خریدی، دکاندار نے رسید دی، رسید کے اوپر لکھا ہوا ہے کہ "خریدی ہوئی چیز واپس نہیں ہوگی" خواہ ٹھیک ہو یا غلط ہو بھئی اس نے پورے پیسے دیئے ہیں آپ نے ایک ضمانت دی ہے کہ اس کوالٹی کی چیز میں دوں گا اگر اس میں وہ کوالٹی نہیں ہے تو واپس کیوں نہیں لو گے یہ ایک مثال ہے اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں تعلیم کے معاملے میں آپ دیکھ لیں تعلیم حاصل کرنا ہر شہری کا حق ہے اور ہر بچے کو سہولت فراہم کی جاتی ہے کہ وہ پڑھے ہمارے ہاں آپ دیکھ لیجئے کچھ بچے ایچیسن اور برن ہال میں پڑھتے ہیں کچھ اعلیٰ پرائیویٹ اداروں میں پڑھتے ہیں اور جو عام مخلوق ہے ان کے لئے برائے نام سکول ہیں کبھی ان میں استاد نہیں ہے کبھی اس میں فرنیچر نہیں ہے اور کبھی اس کی سرے سے عمارت ہی نہیں ہے۔ آپ حکومت کے اعداد و شمار دیکھیں یہ واحد ملک ہے جس میں یہ اصطلاح ملتی ہے کہ ghost سکول ہیں۔ یعنی جن کا کوئی وجود نہیں۔ کاغذوں میں سکول ہے اساتذہ تنخواہیں لے رہے ہیں ان پر رقمیں بھی خرچ ہو رہی ہیں ان پر پیسہ بھی خرچ ہو رہا ہے اور زمین پر ان کا وجود ہی نہیں۔ تو میرے بھائی جب دنیاوی امور میں وہ لوگ اسلامی اصول اپنائیں گے تو ان کو فائدہ تو ہوگا لیکن جہاں انہوں نے اسلامی اصول نہیں اپنائے مثلاً انہوں نے سودی معیشت میں اسلام کی مخالفت کی تو سارا مغرب جو سود پر چل رہا ہے تو کیا سود سے انکی معیشت استوار ہوئی یا تباہ ہوئی نیویارک میں ساٹھ فیصد سے زیادہ لوگ فٹ پاتھ پر زندگی گزار رہے ہیں ان کے پاس گھر نہیں ہے۔ برطانیہ میں بھی میں نے خود اپنی آنکھوں سے لوگوں کو پلوں کے نیچے ٹھنڈی راتیں بسر کرتے دیکھا ہے اور اس سود نے معاشرے میں اتنی تفریق پیدا کر دی ہے کہ میرے پاس

تصویریں ہیں جو امریکہ کے مختلف شہروں سے میں نے لی تھیں کچھ لوگ کوڑے کے ڈرموں سے ڈبل روٹی کے ٹکڑے اور پھینکے ہوئے شراب کے ٹن سے قطرہ قطرہ شراب انڈیلتے پھرتے ہیں اور وہیں وہ لوگ بھی ہیں جن کے پاس پچاس پچاس گاڑیاں ہیں۔ اس معاشرے کو سود نے دو طبقوں میں بانٹ دیا ہے ایک انتہائی غریب ہے دوسرا انتہائی امیر ہے اور آج ان کے دانشور یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ سود بند کرنا چاہیے اور نظام زکوٰۃ وہ ٹیکس جو اسلام نے ڈھائی پرسینٹ لگایا ہے وہ اپنانا چاہیے اگر وہ اپنا لیتے ہیں تو ان کی یہ تفریق بھی مٹ جائے گی۔ مرد و عورت کے تعلقات کے بارے میں مغرب نے اسلام کی پیروی نہیں کی۔ آج ان کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ یہ مرد و عورت کے رشتے میں توازن کیسے پیدا کریں تو آج وہ نالاں ہیں کوئی کسی کو نہ روک سکتا ہے، نہ سمجھا سکتا ہے، نہ بتا سکتا ہے۔ ماں کہیں دھکے کھاتی پھرتی ہے اور اولاد کہیں دھکے کھاتی پھرتی ہے، میاں کہیں جاتا ہے اور بیوی کہیں جاتی ہے، نہ کوئی رشتہ باقی ہے اور نہ کوئی رشتے کا احترام باقی ہے، یعنی جہاں جہاں انہوں نے بھی اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں کو چھوڑا ہے وہاں وہ بھی ذلیل و رسواء ہوئے ہیں اور اللہ ہمیں ہدایت دے ہم نے کفار سے بڑھ کر گستاخی کرنے کی جسارت کی ہے بڑی قابل غور بات ہے کفار نے جو کیا انہوں نے یہ کہہ کر کیا کہ اسلام کے اصول ہم نہیں اپناتے ہمارے اپنے اصول ہیں ہم نے یہ زیادتی کی کہ ہم اسلام کے نام پر اپنی مرضی کی رسومات بنا کر انہیں اسلام کا نام دے دیا ہے۔ ہمارے ہاں بچے کی پیدائش سے لے کر میت کے دفن تک سنت معدوم ہوتی جارہی ہے اور رسومات سر پر چڑھتی جارہی ہیں بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن یہ چھوٹی باتیں نتائج کے اعتبار سے بہت بڑی ہوتی ہیں ہم سمجھتے ہیں کیا حرج ہے یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن یہ چھوٹی باتیں جب خلاف اسلام چھوٹی باتوں کا جواز پیدا کرتے ہیں تو بڑی باتوں کو بھی روکنے کی سکت باقی نہیں رہتی۔ جہاں چھوٹا سوراخ ہو سکتا ہے وہاں بڑا دروازہ بھی بن سکتا ہے ایک دفعہ راستہ بن جائے تو پھر کوئی نہ کوئی اس میں ایک نہ ایک اینٹ اکھیڑتا رہتا ہے تو وہ بڑا دروازہ بھی بن جاتا ہے تو ہم نے یہ زیادتی کی انہوں نے اگر کفر کی راہ اپنائی ہے تو اسے وہ کفر ہی سمجھتا ہے اسے اسلام نہیں کہتا۔ ہم نے بے راہ روی کو اپنایا اور اسے ثواب اور عبادت بھی قرار دیا یعنی ہم گستاخی میں اس سے بھی آگے نکل گئے پہلی بات تو یہ تھی کہ جب ہم مسلمان ہونے کے دعوے دار تھے تو پھر اتباع رسالت چھوڑنے کا تو کوئی مفہوم ہی نہیں بنتا۔ مسلمانی تو نام اس کا ہے کہ بندے کے اپنے اختیارات ختم ہو گئے اور اسے وہ کرنا ہے جو اسے محمد رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے پھر جہاں ہم سے بھول ہوئی یا جہاں سے ہم نے چھوڑ دیا کم از کم ہمیں یہ تو یقین ہونا چاہیے کہ صحیح وہ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ میں اور آپ ان کی خلاف ورزی کر کے غلط کر رہے ہیں ہم نے ظلم یہ کیا کہ ہم نے کہا جو میں کر رہا ہوں وہ صحیح ہے اور اللہ کریم ہمیں معاف فرمائے۔ آج ہم حکومتوں کو کوستے ہیں، حکمرانوں کو گالیاں دیتے ہیں، حالات کو کوستے ہیں لیکن کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ جو گستاخیاں ہم کرتے ہیں اس کی اور سزا کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اعمالکم عمالکم او کما قال رسول اللہ ﷺ تمہارا کردار ہی تم پر حکومت کرے گا اگر ہمیں اچھی حکومت چاہیے عادل اور انصاف پسند حکمران چاہیے تو ہمیں خود عدل اپنانا ہوگا لیکن ہمارا مزاج عجیب ہے ہر بندے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرے بچے نیک ہو جائیں ای میلیں آتی ہیں خطوط آتے ہیں ٹیلی فون آتے ہیں سب کی آرزو ہوتی ہے کہ بچے نیک ہو جائیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ بچہ دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو اس کے لئے دنیا کا بہترین فرد اس کا باپ ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میرے باپ جیسا دنیا میں کوئی نہیں بہترین خاتون

اس کی ماں ہوتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ میری ماں جیسی کوئی دوسری خاتون نہیں۔ میرے بھائی آپ بچے کو صحیح کرنا چاہتے ہیں اور خود غلط ہی کرتے رہیں گے، خود کو نہیں بدلنا چاہتے، کہتے ہیں کہ ہماری تو بیت گئی، ہماری تو خیر ہے بچہ کیسے سدھر جائے بچے نے آپ کو ماڈل بنایا ہوا ہے آپ کو دیکھ کر آپ کی پیروی کرنی ہے آپ نہیں سدھریں گے تو بچہ کیسے سدھرے گا؟ کب سدھرے گا آپ جسے غلطی جان کر غلطی سمجھ کر بھی کرتے ہیں تو بچہ اسے عبادت سمجھتا ہے کہ میرے والد ایسا کرتے تھے یہ تو بڑا اچھا کام ہے میری تو ماں یہ کیا کرتی تھی یہ تو بہت اچھی بات ہے یہ اچھی خواہش ہے کہ بچے سدھر جائیں لیکن اس کے لئے ہمیں خود سدھرنا ہوگا یہ بھی اچھی تمنا ہے کہ حکومت اچھی ہو لیکن اس کے لئے بھی ہمیں خود اچھا ہونا پڑے گا ملک اور قومیں افراد سے بنتی ہیں ملک قوموں سے بنتے ہیں اگر زمین پر کوئی نہ بستا ہو اور آپ ایک لائن draw کر دیں تو کیا وہ ملک بن جائے گا؟ ممالک اقوام سے بنتے ہیں اور قومیں افراد سے بنتی ہیں اگر یہاں بیس کروڑ یا اسی کروڑ بستے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک بندہ پاکستان کا بیس کروڑواں حصہ ہے پاکستان کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے جو میرے پاس، آپ کے پاس ہے کیا اس میں عدل ہو رہا ہے۔ یہ پاک صاف ہے، جو جھوٹ نہیں بولتا، یہ کسی سے دھوکا نہیں کرتا، کسی کا مال نہیں کھاتا اگر ہم اس پانچ چھ فٹ کی اصلاح کر لیتے ہیں تو یہ بیس کروڑویں حصے کی اصلاح ہے اگر ہر شہری اپنے اپنے حصے کا کام کرے تو آن واحد میں تبدیلی آسکتی ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ہم کچھ نہ کریں جو کرتے ہیں کرتے رہیں، جھوٹ بولتے ہیں بولتے رہیں، چوری کرتے ہیں کرتے رہیں، دھوکہ کرتے ہیں کرتے رہیں حکومت صحیح ہو جائے میرے بھائی کیسے ہو جائے گندم بوئیں گے تو گندم ہوگی تو اس سارے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ بندہ کا آخرت پر یقین ہو۔ قرآن حکیم نے متعدد مرتبہ عقائد و ایمانیات کا ذکر فرمایا شروع ہی میں ایمانیات اور اخلاقیات کا ذکر فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (سورۃ البقرہ) اس میں دیکھو ایمان، عبادت، معاملات اور جو کتاب آپ پر نازل ہوئی اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جو پہلے نازل ہوئیں ان پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اس میں ساری ایمانیات آ گئیں۔ اس کے باوجود قیامت اور آخرت کا ذکر الگ سے فرمایا۔ فرمایا وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ حالانکہ آخرت بھی انہیں عقائد میں آ گئی جو منزل من اللہ کتابوں میں تھیں لیکن یہ اتنا ضروری موضوع تھا کہ قرآن نے الگ سے اس کی تعبیر فرمائی کہ آخرت پر یقین ہوگا تو آخرت کے لئے دنیا کا کام کرو گے آخرت پر یقین نہیں ہے تو پھر اس کے لئے عمل کون کرے گا تو فرمایا انسان ساری زندگی خسارے سے بچنے کی کوشش کرتا ہے لیکن حقیقی خسارے میں وہ ہے جسے آخرت میں اللہ کے حضور پیش ہونے کا یقین نہیں ہے تو کیا وہ یقین نہ رکھنے سے بچ جائے گا فرمایا نہیں جب آنکھ بند ہوگی تو اسکی آنکھ کھل جائے گی میں نے بھی بے شمار لوگوں کو اجل کو لبیک کہتے ہوئے دیکھا ہے۔ بے شمار لوگوں کو موت کی وادیوں میں اترتے دیکھا ہے آپ نے دیکھا ہوگا۔ جب فرشتے سامنے آتے ہیں آخرت سامنے آتی ہے تو مرنے والے کی آنکھ اتنی اتنی موٹی ہو جاتی ہے کھل جاتی ہے اس وقت وہ دیکھتا ہے کہ یہ کیا ہوا؟ یہ وہ کچھ ہو گیا جسے وہ ساری زندگی بھولا رہا۔ حضرت علیؓ سے کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ اگر آج قیامت قائم ہو جائے تو مجھے کوئی چیز عجیب نہیں لگے گی کوئی چیز نئی نہیں لگے گی یعنی مومن کے تو ایمان کا یہ درجہ ہے کہ اگر آج قیامت قائم ہو جائے تو جو کچھ ہوگا وہ پہلے سے ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ نے سنا دیا ہے ہمیں تو یقین ہے کہ ایسے ہی ہونا ہے لیکن ہم نے اکثر مرنے

والوں کو دیکھا ہے کہ جب موت آتی ہے تو آنکھ کھل جاتی ہے۔ یہی بات ہے قرآن کریم یہاں فرما رہا ہے حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اچانک قیامت آئے گی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ موت چھوٹی سی قیامت ہے۔ دارالعمل تو ختم ہوگیا وقت ختم ہوگیا، عمل کرنے کی فرصت ختم ہوگئی تو فرمایا جب قیامت قائم ہوگی پھران کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اس وقت اپنی زبان سے اقرار کریں گے کہ افسوس یہ بات یقینی تھی ہم نے ساری زندگی بھلائے رکھا جسے بہرحال واقعہ ہونا تھا۔ اللہ کی کتاب بتاتی رہی اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے بتایا اور اللہ کے نیک بندے رات دن بتاتے رہے لحہ لحہ ہم یہ باتیں سنتے رہے اور کبھی پرواہ ہی نہیں کی لیکن اس وقت سمجھ آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا وہ وقت تو محاسبے کا ہوگا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ط اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھاؤ چلو حساب کے لئے اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ یہ بہت برا بوجھ ہے جو ان لوگوں نے اٹھایا۔ تو میرے بھائی! انسانی زندگی متاثر کرتی ہے کائنات بسیط کو۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے حدیث شریف میں، کہ اگر کسی چڑیا کے انڈے جنگل میں گیدڑ کھا جاتا ہے تو یہ نتیجہ بھی کسی نہ کسی انسان کے کردار کا ہوتا ہے چونکہ ساری کائنات انسان کے لئے بنی ہے تو انسانی کردار اسے متاثر کرتا ہے انسان برائی پر لگ جاتا ہے تو ماحول برا ہو جاتا ہے ۔فضائیں بری ہو جاتی ہیں دنیا میں جنگیں چھڑ جاتی ہیں لوٹ مار مچ جاتی ہے۔حتیٰ کہ فرمایا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (سورۃ الروم 41) خشکی پر کیا سمندروں پر بھی طوفان آجاتے ہیں زلزلے آجاتے ہیں بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (سورۃ الروم 41) لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے۔ کائنات بنی تو انسان کے لئے ہے۔ تو انسانی کردار اس کائنات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ خشک سالیاں ہوتی ہیں یا طوفان آجاتا ہے۔ سمندر زمینوں پر چڑھ دوڑتے ہیں، زمینوں پر زلزلے آجاتے ہیں، پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیتے ہیں، جنگیں چھڑ جاتی ہیں، لوگ ایک دوسرے پر آگ برسانے لگ جاتے ہیں، ظَهَرَ الْفَسَادُ فساد پھٹ پڑتا ہے، خشکیوں پر بھی، سمندروں میں بھی فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (سورۃ الروم 41) لوگوں کے اعمال کی وجہ سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ساری قوم ایک دم سے سدھر جائے لیکن کوئی مجھے کچھ نہ کہے۔

مثبت سوچ کا انداز یہ ہے کہ میں اللہ سے توبہ کر کے سدھر جاؤں اللہ دوسروں کو بھی سدھارے۔ بندہ پہلے اپنی اصلاح کرے۔ خود سچ بولے حلال کمائے حلال کھائے خود زندگی اللہ کی یاد میں بسر کرے فرائض ادا کرے واجبات ادا کرے دوسروں کے حقوق کی نگہداشت کرے والدین اولاد بیوی بچے دوست احباب ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے اپنا اپنا استحقاق ہے اس کے مطابق اپنا رویہ درست کرے تو تبدیلی آنے میں دیر نہیں لگتی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دعائے مغفرت

سلسلہ کے ساتھی ماسٹر شیر زمان (کڑاھی) ضلع راولپنڈی
سپشل کلاس کے ساتھی غلام شبیر (چک بڑوئیہ) ضلع ننکانہ صاحب
سلسلہ کے ساتھی محمد امیر مغل (ڈسکہ) کے والد محترم
طیب شہزاد (دھنگ) گوجرانوالہ عامر شہزاد کے بھائی
امیر جماعت (گوجرہ) محمد ارشد کی والدہ ماجدہ
سپشل کلاس کے ساتھی علی اکبر (سیالکوٹ) کی والدہ ماجدہ
ماسٹر محمود حسن (گوجرہ) کی والدہ ماجدہ
محمد اکرم مٹھو (گوجرہ) کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں
ڈاکٹر نعیم جان (عبدالحکیم) کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں
ان سب کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

سوال جواب

21-07-09

واقعہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امیر محمد اکرم اعوان دار العرفان، چکوال

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سوال نمبر 1: واقعہ معراج شریف کو بہت عام لکھا پڑھا اور بیان کیا جاتا ہے۔ کم و بیش ہر مسلمان جو پڑھ کر نہیں جانتا وہ سن کر جانتا ہے اس میں سوال صرف یہ ہے کہ رویت باری پر علماء کرام کا اختلاف ہے صحیح صورتحال واضح فرمائیں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ① مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ② وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ③ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ④ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ⑤ ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی ⑥ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ⑦ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ⑧

(سورۃ النجم آیات 1 تا 8)

جواب: واقعہ معراج جو ہے وہ اس عالم میں نہیں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسدِ مبارک سمیت جہاں تک اللہ کریم نے چاہا تشریف لے گئے اس میں جو بات صحیح ملتی ہے وہ یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ تک جبرئیل امینؑ نے ساتھ دیا اور وہاں جا کر معذرت کر دی کہ یہ ہماری حد ہے اس سے آگے ہم پر نہیں مار سکتے۔ معراج کے واقعات میں یہ بات ملتی ہے کہ ایک سواری وہاں حاضر کی گئی جس کا نام رف رف تھا جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے آگے کہاں تک تشریف لے گئے کس مقام تک پہنچے؟ اس کے بارے صرف اتنا ملتا ہے کہ جہاں تک رب نے چاہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اللہ کریم تو ہر جگہ موجود ہے تو یہ ضروری تو نہیں تھا کہ اللہ کریم کی ملاقات کے لئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے مقصد یہ تھا کہ عظمت نبوت کا اظہار مقصود تھا کہ وجود اطہر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت بھی اتنی پاک لطیف اور منزہ ہے کہ عالم امر تک جہاں ارواح حاضر ہوتی ہے یا جو ارواح کا مسکن ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عالی بھی وہاں جلوہ افروز ہو۔ اس میں واقعی جو علماء کا اختلاف ہے وہ رویت باری کا ہے۔ اللہ کریم کا دیدار ہوا کہ نہیں ہوا، باقی واقعات برزخ کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ملاحظہ فرمائے جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمایا ان باتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے جو علماء حضرات اختلاف فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس دار دنیا میں انسانی آنکھ میں وہ قوت نہیں ہے کہ جمال باری کو دیکھ سکے لیکن اس بات کے سب قائل ہیں کہ آخرت میں میدان حشر میں جنت میں ہر جنتی کو دیدار

باری ہوگا اور وہ اپنے پروردگار کو دیکھ سکے گا۔ جو لوگ دیدار باری کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ رویت باری اس آب وگل میں نہیں ہوئی یہ احکام اس آب وگل کے ہیں۔ موسیٰ نے جو استدعا کی تھی رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ تو ارشاد ہوا لَن تَرَانِي (سورۃ الاعراف آیت 143) وہ اس عالم آب وگل کی بات ہے اس دار دنیا کی بات ہے فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا تو پہاڑ پر تجلی فرمائی پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا موسیٰ بیہوش ہوگئے اور جب ہوش میں آئے فَلَمَّا أَفَاقَ پھر انہوں نے عرض کی کہ بار الہ مجھے معاف فرمایا جائے۔ ارشاد ہوا فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ (سورۃ الاعراف آیت 144) جو کچھ عطا ہوا ہے اسے سنبھالے رہو اور اللہ کا شکر ادا کرو تو موسیٰ کے بارے میں بھی حلیۃ الاولیاء میں موجود ہے کہ اس تجلی کے بعد باقی عمر آپ نقاب پہنے رہتے تھے اس لئے کہ چہرہ مبارک میں وہ چمک آگئی تھی کہ جو دیکھتا وہ بے ہوش ہو جاتا۔ صاحب حلیۃ الاولیاء نے لکھا ہے کہ ایک خاتون نے موسیٰ سے عرض کی کہ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو تو آپ نے فرمایا تمہاری مراد اللہ پوری کرے جو کچھ تم نے مانگا تمہیں مل گیا لیکن ایک شرط ہے کہ اس کے بعد شادی نہ کرنا کسی سے نکاح نہ کرنا۔ یہاں نظر انسانی ذات باری کو نہیں دیکھ سکتی اس نظر میں یہ قوت نہیں ہے بعض اولیاء اللہ، اولیاء کرام نے دیدار باری کا دعویٰ کیا ہے لیکن محققین فرماتے ہیں کہ یہ تجلیات باری کو دیکھتے ہیں عین ذات کو نہیں اور بعض کو غلطی بھی لگ جاتی ہے میں نے ایک ولی اللہ کے حالات میں پڑھا کہ وہ فرماتے ہیں: میں بیس برس اللہ کریم کو دیکھ کر سجدہ کرتا رہا لیکن بیس برس بعد مجھے احساس ہوا کہ یہ روشنی تو اللہ نہیں تھی کوئی اور قسم کی تجلی تھی جسے میں نے عین ذات سمجھا تو میں نے بیس برسوں کی نمازیں لوٹائیں۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کا رویت باری اس عالم پر نہیں ہے آسمانوں پر بھی نہیں یہ بالائے

عرش کی بات ہے وہ عالم اور ہے۔ جیسے عیسیٰ آسمانوں پر تشریف لے گئے اسی حیات میں زندہ اٹھالئے گئے اس عالم میں ان کا کھانا، پینا، ضروریات ساری وہ ہیں جو آسمانوں پہ ہوتی ہیں، زمین والی نہیں ہیں۔ کسی نے اعتراض کیا تھا کہ اگر عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں تو کھاتے کیا ہیں، پیتے کیا ہیں، رفع حاجت کرنے کہاں جاتے ہیں، آسمانوں پر؟ تو جواب میں کہا گیا کہ ایک بچہ جو شکم مادر میں زندہ ہوتا ہے غذا بھی پاتا ہے وہ رفع حاجت کرنے کہاں جاتا ہے؟ اگر اسی دار دنیا میں شکم مادر میں یہ سب کچھ ممکن ہے تو آسمانوں پر شکم مادر میں کیا ہوتا ہے وہاں کی جو کیفیت ہے ضروریات وہاں کی ہوتی ہیں غذا منہ سے نہیں کھاتا منہ سے آتی ہے اس کی نالی ہوتی ہے غذا کی پیٹ میں لگی ہوتی ہے اسی طرح رفع حاجت کی ضرورت نہیں ہوتی تو فرمایا آسمانوں پر جب گئے تو عالم آسمانوں کا ہے کیفیات وہاں کی ہیں بھوک بھی وہاں کی ہے پیاس بھی وہاں کی ہے۔ اور پھر پچاس ہزار سال ہمارے دنیا کے حساب سے ہیں۔ اتنی دوری ہے۔ یہاں سے آسمانوں کی کہ یہاں پچاس ہزار سال گزریں گے تو وہاں ایک دن گزرے گا تو ابھی تو دو ہزار سال گزرے ہیں یہاں اکیسویں صدی جاری ہے۔ اس کا مطلب ہے وہاں کے عالم کے مطابق انہیں وہاں پہنچے تو کوئی پل ہی گزرے ہیں تو حضور اکرم ﷺ اس سے بہت بالا تشریف لے گئے۔ یہ کسی نے نہیں کہا کہ کس عظمت کس بلندی تک حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے نہ کسی نے کہا ہے نہ کسی نے لکھا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے نہ اس بارے بیان فرمایا ہے اور نہ ہی قرآن نے یہ بیان کیا ہے قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے: قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ (سورۃ النجم آیت 9) قوس کمان کو کہتے ہیں۔ قوسین دو کمانوں کا فاصلہ یعنی انتہائی قریب تر۔ یہ محاورہ بولا جاتا ہے اور مولانا احمد رضا خان بریلوی اس آیہ مبارکہ کے ترجمے میں فرماتے ہیں قاب قوسین دونوں بازو اس انداز میں وا کریں

تو قوس بن جاتی ہے۔ ان کے ترجمے کا اپنا انداز ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ نے دونوں بازوؤں میں لپیٹ لیا بہرحال علماء کی اپنی اپنی رائے ہے لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ساری مخلوق میں اللہ کی ذات کا اتنا قرب کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ جو حضور اکرم ﷺ کو جسد مبارک اور روح مبارک سمیت اسی مکمل دنیاوی حیات میں نصیب ہوا۔ اب اس میں وضاحت یہ فرمائی چونکہ اس سے پہلے موسیٰ ؑ کا واقعہ زمین پر ہو چکا تھا۔ موسیٰ ؑ نے اس عالم میں تجلی باری دیکھی اور بے ہوش ہو گئے لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس عالم میں کھلی آنکھوں دیکھا انہیں اس میں کوئی غلطی نہیں لگی مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ ہمارے صاحب حضور اکرم ﷺ کو کوئی غلط فہمی یا غلطی نہیں لگی اور نہ حقیقت کے خلاف آپ ﷺ نے کچھ دیکھا۔ جو دیکھا وہ بھی حق تھا اور دیکھنے میں بھی انہیں کوئی غلطی نہیں لگی۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ⑰ (سورۃ النجم) نہ ان کی نگاہ بھٹکی نہ حد سے بڑھی یعنی دونوں طرف غلطی ہوتی ہے یا حد سے پیچھے رہ جائے یا حد سے آگے چلی جائے تو یہ وضاحت قرآن کریم نے فرمائی کہ حضور اکرم ﷺ نے جو دیکھا بقائمی ہوش و حواس دیکھا صحیح دیکھا اس میں کوئی رائی برابر سر مو کوئی غلطی کا امکان نہیں ہے اور یہ عظمت رسالت پر گواہی ہے کہ اتنی قوت برداشت عطا ہوئی جمال باری کی اور ان حقائق کو دیکھنے کی جن کے بارے میں فرمایا لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱ (سورۃ النجم) یعنی رب عظیم کی بے شمار نشانیاں، عظمت کے بے شمار دلائل اللہ کا نور اور اللہ کی ذات۔ اب یہاں جب لوگوں نے رویت باری سے انکار فرمایا ہے تو ان کا استدلال اس عالم آب و گِل کا ہے اور جو قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اس عالم آب و گِل میں تو نہیں تھے۔ اگر آخرت میں ہر مومن کو دیدار باری ہو گا تو حضور اکرم ﷺ جہاں تشریف لے گئے وہاں تو آخرت میں ہر مومن بھی نہیں پہنچ سکے گا لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو دیدار باری ہوا۔ تو یہ دونوں طرف کے دلائل ہیں۔

سوال نمبر 2: کیا سالکین کی ارواح بھی نقش کف پا رسول اللہ ﷺ میں یہی راستہ اختیار کرتی ہیں؟

جواب: سالکین تو ہر امت میں رہے ہیں اور انبیاءؑ بھی ہر امت میں رہے ہیں۔ انبیاءؑ کی ارواح مبارکہ کا بھی سفر عالم امر سے آگے کا ہوتا تھا اور صحابہ کرامؓ اور پھر اولیاءؒ امت کا یہ تو ایک پکا راستہ ہے جو تخلیق آدم کے ساتھ ہی بنا کہ روح عالم امر سے ہے بدن عالم آب و گل سے ہے اس تعلق نے ایک راستہ بنا دیا پھر حضور اکرم ﷺ کا معراج شریف پر جانا حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ معراج خواب میں ہوا لیکن اگر معراج شریف خواب میں ہوتا تو شاید اس کا انکار اہل مکہ اور مشرکین بھی نہ کرتے خواب میں بندہ کچھ بھی دیکھ سکتا ہے۔ جو انکار ہوا یا جھگڑا ہوا تو وہ اسی بات پہ تھا کہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بندہ عالم بالا میں جائے بلکہ انہوں نے تو یہ جھگڑا بھی کیا کہ یہاں سے تین مہینے لگتے ہیں اور ہم اونٹوں کو بھگا بھگا کر بیت المقدس پہنچتے ہیں آسمانوں کو اور عرش کو چھوڑیں بیت المقدس جانا اور جا کر آ جانا ایک رات میں کیسے ممکن ہے؟ تو وہ روح مع الجسد انسانی جسم کا ہی سفر تھا۔ اگر خواب کی بات ہوتی تو خواب میں تو بیت المقدس جاتے یا آسمانوں پر جاتے کسی کو کیا اعتراض ہوتا۔ تو حضور اکرم ﷺ سے انہوں نے سوال کیے آپ ﷺ نے بیت المقدس کی تفصیلات اللہ کریم کی مدد سے بتا دیں۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت تشریف لے گئے تو کھڑکیاں دروازے تو نہیں شمار فرماتے رہے تھے آپ ﷺ تو ایک مقصد کے لئے تشریف لے کر گئے تھے تمام انبیاءؑ اور آپ ﷺ نے وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ بیت المقدس کی مسجد جہاں حضور اکرم ﷺ نے امامت فرمائی وہ الگ ہے اور یہ جو ہشت پہلوی عمارت دکھائی دیتی ہے جس پر گنبد ہے یہ اس چٹان پہ گنبد بنا ہوا ہے جس کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے براق کو

باندھا تھا۔ ایک چٹان ہے جس کی بہت لمبی کہانی ہے اس پر انبیاءؑ شہید بھی کیے گئے، ذبح بھی کیے گئے اور پیچھے سے اس کی کہانی آرہی ہے۔ اس میں کچھ سوراخ بھی تھے تو براق کو نبی کریم ﷺ نے اس چٹان سے باندھا اس سے دوسری طرف مسجد الگ ہے جو عموماً تصاویر میں یا میڈیا پر نہیں دکھائی جاتی یہ بھی یہودیوں کی ایک پالیسی ہے کہ اسی گنبد کو مسلمان مسجد اقصیٰ سمجھیں ان کا ارادہ اس مسجد کو شہید کر کے اپنے انداز سے ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کا ہے وہ مسجد ساتھ ہے جہاں حضور اکرم ﷺ نے امامت فرمائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ عیسیٰؑ اکیلے وہ نبیؑ ہیں جنہوں نے اس دنیوی حیات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ دوگانہ ادا فرمایا۔ آسمانوں پر اس دنیوی حیات سے وہ زندہ ہیں۔ لہٰذا تمام انبیاءؑ نبی کریم ﷺ کی امت ہیں اور آپ ﷺ کی اقتداء میں دوگانہ پڑھنے کی سعادت سب کو نصیب ہوئی لیکن اکیلے عیسیٰؑ ایسے ہیں جو نبیؑ بھی ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے صحابیؓ بھی ہیں کہ انہوں نے اسی حیات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ صحبت نبوی ﷺ پائی۔ تو روح کا راستہ تو پکا ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کا معراج شریف پہ تشریف لے جانا یہ ان لوگوں کے لئے دلیل ہے جنہیں سمجھ نہیں آتی کہ روح عالم بالا میں تشریف کیسے لے جاسکتی ہے، تو روح جسد اطہر بھی وہاں تشریف لے جاسکتا ہے جسے اللہ نوازے۔ تو عالم بالا میں جو راستہ معراج شریف کا ہے وہ مختص ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے۔ عالم امر میں جب روح قدم رکھتی ہے تو اسے سمجھ آجاتی ہے کہ معراج محمد رسول اللہ ﷺ کا راستہ، آپ ﷺ کا راستہ ہے۔ اسے آپ ﷺ نے ہی استعمال فرمایا نہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نے استعمال فرمایا نہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نصیب ہوا۔ روح کا اپنا راستہ ہے ہاں جن حضرات کو شبہ ہوتا ہے کہ روح عالم بالا میں نہیں جاسکتی ان کے لئے دلیل ضرور ہے کہ روح تو روح، اللہ چاہے تو جسم بھی جاسکتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ کا۔ ایک ہستی پر اللہ نے شفقت فرمائی، باقی واقعات معراج جو ہیں وہ عام ہیں۔

سوال نمبر 3: ایک حدیث پاک ہے الصلوٰۃ معراج المومنین گزارش یہ ہے کہ ایک بندہ مومن کو نماز میں معراج کیسے نصیب ہوتا ہے؟

جواب: صلوٰۃ جو ہے اس کا ترجمہ نماز کر دیا گیا ہے اور جو چیز غلط العام ہو جاتی ہے وہ بھی صحیح سمجھی جاتی ہے۔ نماز اس کا ترجمہ غلط العام ہو چکا ہے لہٰذا یہی استعمال ہوتا ہے ورنہ نماز عربی کا لفظ نہیں ہے یہ فارسی کا ہے اور آتش پرستوں کا ایجاد کردہ ہے وہ عمریں آگ کے گرد بیٹھ کر گزار دیتے تھے اور ان سے عجیب عجیب شعبدے ظاہر ہوتے تھے تو جو لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے شب و روز مستقل برسوں کے حساب سے وہ آگ کے سامنے سے نہیں ہٹتے تھے اسے نماز کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ جو لفظ ہے اس کا مطلب ثواب ہے لیکن اب لفظ نماز اتنا غلط العام ہو چکا ہے کہ اسے قرآن کے ترجمہ میں بھی لکھا جاتا ہے حدیث شریف کے تراجم میں بھی لکھا جاتا ہے ہر جگہ اسے نماز لکھتے ہیں وہاں سے لے لیا ترجمے والوں نے اب لوگ اسی کو درست مفہوم سمجھتے ہیں تو نماز ایسا عمل ہے کہ معراج شریف کی روح ہے۔ معراج کی روح یہ ہے کہ سوائے ذات باری کے سوائے ذات پیغمبر ﷺ کے کسی تیسرے کو وہاں دخل نہیں تھا تو ہر ایک کی معراج اپنی حیثیت کے مطابق ہوگی۔ بندۂ مومن جب صلوٰۃ کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو تکبیر اولیٰ میں وہ تمام جہانوں سے کٹ جاتا ہے ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ کر ہر چیز سے الگ ہو جاتا ہے۔ بیوی، بچے، گھر بار، کام کاج، دوست دشمن وہ سب کچھ چھوڑ کر صرف اللہ سے ہمکلام ہو جاتا ہے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ (سورۃ یونس آیت 10) یعنی براہ راست اللہ کریم سے بات کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک انتہائی قرب جو بندے کو نصیب ہو سکتا ہے وہ صلوٰۃ ہے۔ ہر چیز سے کٹ کر اللہ کریم سے ہم سخن ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد عالی ہے کہ نمازی کے آگے سے نہ گزرو فانہٗ یناجی ربہٗ او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ وہ اپنے پروردگار سے سرگوشیوں

میں اپنا دردِ دل کہہ رہا ہے اپنی بات کر رہا ہے اس کی حمد و ثنا کر رہا ہے۔ فرمایا اس کے آگے مت آؤ۔ اسے پریشان نہ کرو وہ اپنے رب سے سرگوشیاں کر رہا ہے تو اس اعتبار سے اسے معراج المومنین فرمایا گیا اب ہر بندے کی اپنی ذات پر ہے۔ ایک بندہ ہے وہ نماز پڑھتا ہے تکبیریں بھی کہتا ہے رکوع و سجود بھی لیکن وہ اتنی بے دھیانی اتنی بے توجہی سے اور اتنا پریشان خیال ہوتا ہے کہ اسے یہ بھی یاد نہیں ہوتا کہ سجدہ ایک کیا ہے یا دو کیئے ہیں؟ رکعت تین پڑھی ہیں یا دو پڑھی ہیں، چار پڑھی ہیں کہ ایک پڑھی ہے۔ خیالات کہیں اور ہوتے ہیں عادت کے مطابق اٹھتا بیٹھتا ہے ایک انتہا یہ بھی ہے کہ حضرت امام زین العابدینؒ مسجد کے کونے میں نوافل ادا کر رہے تھے آپ نوافل ادا فرماتے رہے دوسری طرف آگ لگ گئی لوگ جمع ہوگئے پانی ڈالا آگ بجھائی وہ اپنے نوافل میں لگے ہوئے تھے جب انہوں نے سلام پھیرا تو انہوں نے پوچھا ادھر شور کیسا ہے؟ کہا حضرت آگ لگ گئی تھی۔ وہ صلوٰۃ میں یوں مشغول تھے کہ انہیں گرد و پیش کی خبر نہ تھی۔ اب یہ بھی صلوٰۃ ہی ہے وہ بھی دوگانہ ہی ادا کر رہے تھے۔ ہم بھی صلوٰۃ فرض بھی اور نوافل بھی ادا کرتے ہیں تو یہ اپنی اپنی کیفیت ہے کہ کون کتنا اس میں ڈوب کر کس کو کتنا یہ احساس و ادراک ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے حضور ایستادہ ہے۔ قرآن کریم اس کیفیت کو بیان کرتا ہے اللہ کے روبرو کھڑا ہونا تو ایک اور بات ہے بہت بڑی بات ہے مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی فرمایا مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا (سورۃ البقرۃ آیت 144) مسجد میں داخل ہوتے وقت بندے کو لرزاں و ترساں ہونا چاہیے بہت بڑی بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا یہ مناسب نہیں کہ کوئی دیدہ دلیری سے مسجد میں داخل ہو رہا ہو بلکہ مسجد میں داخلے کے وقت یہ احساس ہو کہ کس بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے۔

سپریم کورٹ میں یا کسی صدر کے پاس جاتا ہے تو دروازے کے باہر سے سنبھل جاتا ہے، خود کو درست کرتا ہے، اپنا لباس ٹھیک کرتا ہے، رومال پینٹ ٹھیک کرتا ہے ایک خوف کا عالم ہوتا ہے کہ اندر میری ہیئت کذائی کیسی ہوگی۔ اللہ کی بارگاہ میں جانے والے کو بھی اہتمام کرنا چاہیے اسے بھی احساس ہونا چاہیے۔ اس لئے فرمایا کوئی دنیاوی گفتگو کوئی کاروبار کوئی اس طرح کی بات مسجد میں نہ کی جائے سوائے دین کے تو یہ ہر ایک کا اپنا اپنا معراج ہے جس کو جتنا نصیب ہوا کسے کتنا خشوع خضوع نصیب ہوا۔ کس دلجمعی اور دل لگی کے ساتھ کسی نے نماز ادا کی تو یہ دن میں پانچ مرتبہ کی جو حاضری ہے اس میں معراج مومن ہے۔ میں کل ہی دیکھ رہا تھا مختلف مضامین جو اخباروں کے سرورق پہ چھپے تھے اور معراج شریف کے بارے میں تھے تو میں نے دو اخباروں میں دیکھا انہوں نے سرخی جما کر اور واضح کر کے لکھا کہ شب معراج کا سب سے بہترین تحفہ جو حضور اکرم ﷺ کو عطا ہوا وہ نماز پنجگانہ ہے کہ آپ ﷺ کا ہر امتی ہر روز پانچ دفعہ بالمشافہ اللہ کریم سے گفتگو کر سکتا ہے یہ آپ ﷺ کی عظمت کے طفیل پوری امت پر یہ انعام ہوا کہ ہر چھوٹا بڑا خوبصورت بدصورت امیر یا غریب جسے کلمہ حق نصیب ہے اللہ کریم سے اپنی گزارشات ذاتی طور پر روبرو پیش کرتا ہے اب اس کا کوئی معیار بیان نہیں کیا جا سکتا چونکہ ہر ایک کا معیار اپنا ہے۔ ایسی بھی بڑی مخلوق ہے جو نہیں پڑھتی جسے احساس ہی نہیں ہے کہ اس کی کیا عظمت ہے؟ ایسی بھی مخلوق ہے جو کلمہ تو پڑھتے ہیں لیکن پنجگانہ ادا نہیں کرتے ایسی بھی بڑی مخلوق ہے جو ادا کرتے تو ہیں لیکن نہ کرنے سے بھی بدتر اس میں اس طرح کی حرکات اور اس طرح کا رویہ ان کا ہوتا ہے کہ شائد الٹا جرم کر کے جاتے ہیں ایسے بھی ہیں جو کھڑے ہوتے ہیں تو حضور حق میں محو ہو جاتے ہیں اور انہیں برکات نصیب ہوتی ہیں تو اس کا اندازہ کہ میری صلوٰۃ کتنی مقبول ہے یا کتنی صحیح ہے اس کا اندازہ قرآن کریم کی ایک آیۃ کریمہ سے لگایا جا سکتا ہے فرمایا إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وصال

الٰہی نصیب ہو تو بے حیائی اور برائی چھوٹ جاتی ہے۔ احساس رہتا ہے کہ ابھی ابھی حضورِ حق سے فارغ ہوا، پھر وقت آ رہا ہے پھر اسے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ کپڑے پاک کر کے باوضو ہو کر، دنیا جہاں مافیہا سے کٹ کر صرف اللہ کے روبرو پیش ہونا ہے۔ اس چھوٹے سے وقفے میں وہ نافرمانی کیوں کرے گا۔ ظہر سے فارغ ہوا تو پھر عصر کا انتظار ہے پھر پیش ہونا ہے، پھر کیوں ظلم کرے گا تو قرآن کریم نے فرمایا جسے صلوٰۃ نصیب ہوتی ہے وہ برائی اور بے حیائی سے بچ جاتا ہے یہ احساس اسے بچالیتا ہے یہ دیکھنا ہو کہ میری صلوٰۃ میں کوئی معراج کا عنصر ہے کہ نہیں تو پھر یہ اپنے کردار سے نظر آتا ہے کہ میرے اعمال میں اگر مثبت تبدیلی آ رہی ہے تو پھر میری صلوٰۃ میں کوئی نہ کوئی رمق معراج کی ہے بہت ہے یا تھوڑی ہے لیکن کوئی بات ہے اور اگر کردار میں اور عملی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی سجدے بھی کئے جا رہا ہے، چوری بھی کئے جا رہا ہے، رشوت بھی کھائے جا رہا ہے، لوگوں کی توہین بھی کئے جا رہا ہے، قتل و غارت بھی کئے جا رہا ہے، تو پھر وہ محض ایکٹنگ کئے جا رہا ہے اور اٹھک بیٹھک کر رہا ہے اور اس میں وہ بات نہیں۔

اللہ کریم توفیق عطا فرمائے اور حضورِ حق کی سعادت سے بہرہ ور کرے اس ساری محنت سے، سارا مجاہدہ یہ سارا ذکر اذکار اس کا حاصل یہی ہے کہ صلوٰۃ ادا کرنے کا سلیقہ آ جائے۔ حضورِ حق نصیب ہو جائے اور کردار اتباعِ نبوت کے سانچے میں ڈھل جائے۔ اللہ کریم سب کو عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سالانہ اجتماع

دارالعرفان منارہ' چکوال

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دارالعرفان منارہ میں

سالانہ اجتماع

2 جولائی 2010ء بروز جمعہ سے

شروع ہو رہا ہے

اجتماع 4 اگست 2010ء بروز بدھ تک جاری رہیگا

چھوٹے بچوں کو ساتھ لانا سختی سے منع ہے

تزکیۂ نفس کے لیے صحبتِ شیخ لازمی ہے۔ سلوک میں صحیح راہنمائی، باقاعدہ تربیت حاصل کرنے اور آگے ترقی کے لیے اس اجتماع میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے۔ اس اجتماع کا مقصد ہی یہ ہے کہ سالکین کی صحیح اور باقاعدہ تربیت کے ساتھ ساتھ صحبتِ شیخ بھی نصیب ہو تا کہ آپ کے قلب ان انوارات و برکات سے روشن ہو جائیں جو صرف صحبتِ شیخ سے ہی نصیب ہوتی ہیں۔

چراغِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے رحمۃ اللہ علیہ

عن صهيب قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عجباً لامر المؤمن انّ امرهُ كله لهُ خير وليس ذلك لاحد الا للمؤمن ان اصابته سرّاءُ شكر فكان خيراله وان اصابتهُ ضرّاء صبر فكان خيراله (رواه مسلم)

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا معاملہ عجیب ہے کیونکہ اس کی ہر حالت اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے مومن کے علاوہ کسی اور کو یہ سعادت نصیب نہیں۔ اگر مومن کو فراخی، سکون اور خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور یہ اس کے حق سے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے رنج، مصیبت آتی ہے یا محنت ومشقت کرنی پڑتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور ایسا کرنا اس کے حق سے بہتر ہوتا ہے''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضائل اخلاق میں سے صبر وشکر کی فضیلت اور عظمت بیان کرتے ہوئے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کائنات کا نظام وہی چلا رہا ہے جو اس کا خالق ہے۔ اس نظام میں اشرف المخلوقات یعنی انسان کو مختلف حالات سے گزرنا پڑتا ہے جو حالت اور جیسی حالت پیش آئے اس کے مطابق انسان کا ایک ردعمل ہوتا ہے، اور اس ردعمل کی صورت ہی دراصل وہ امتحان ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان واقعی اشرف المخلوقات کے لقب کا مستحق ہے یا اپنا ٹھکانا اسفل السافلین میں بنانے کی تدبیر کر رہا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حالت میں ردعمل اختیار کرنے کا تذکرہ فرمایا جس کی وجہ سے انسان واقعی انسان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ردعمل اس کے برعکس ہوگا وہ دراصل انسانیت کی توہین کی صورت ہوگی۔

ایک ردعمل کا اصطلاحی نام شکر ہے اس کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو ایسے سازگار حالات پیش آئیں کہ اسے خوشی آرام اور سکون حاصل ہو۔ اس صورت میں انسان کی نگاہ پلٹ کر ارحم الراحمین کی صفت رحمت پر پڑتی ہے اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلتا ہے الحمد للہ! جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انسان اس کو محض اس کا کرم سمجھتا ہے جو منعم حقیقی ہے یہ ردعمل شرف انسانیت کا آئینہ دار ہے۔

دوسرا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ انسان ایسے خوش کن حالات کو اپنی قابلیت لیاقت اور صلاحیت کا نتیجہ سمجھنے لگتا ہے۔ اور اس پر اترانے لگتا ہے اور کہہ اٹھتا ہے ''ہمچو ما دیگرے نیست'' اور یہ بھول جاتا ہے کہ دینے والے نے یہ نعمت دے کر مجھے امتحان میں ڈال دیا ہے یہ ردعمل مومن کی شان کے شایان نہیں۔

شکر کی ایک صورت ہے اور ایک اس کی حقیقت، صورت تو یہ ہے کہ آدمی زبان سے الحمد للہ کہہ دے اور چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگیں مگر شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہر نعمت سے اس کی ہدایت کے مطابق کام لیا جائے اگر زبان سے تو الحمد للہ کہے مگر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرے تو یہ

شکر نہ ہوگا، ہاں شکر کی اداکاری ہوگی۔ اور حقیقی شکر ہی وہ ردِعمل ہے جو نعمت کے اضافے کا موجب بنتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نہایت تاکید سے فرمایا: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (سورۃ ابراہیم آیت 7) یعنی اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمہیں اور عطا کروں گا۔

انسان کی آزمائش کی دوسری صورت کا اصلاحی نام صبر ہے، صبر کا مفہوم نہایت وسیع ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صبر کہتے ہیں رُک جانے کو۔ اس کی صحیح اور اعلیٰ ترین صورت یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کے لئے خواہش نفس اور حصول لذت کے تقاضے پورا کرنے سے رُک جانا، ظاہر ہے یہ کام بڑا مشکل ہے کیونکہ نفس امارہ انسان کو فوری لذت سہل انگاری اور تن آسانی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور شرعی احکام انسان کو دور اندیش مجاہد اور مستعد بنانے کا تربیتی پروگرام دیتے ہیں اس امتحان میں انسان اگر لذت پرستی کی طرف بڑھنے سے رک جائے اور احکام الٰہی کی تعمیل کی مشقت خندہ پیشانی سے برداشت کرے تو گویا اس نے صبر کا حق ادا کر دیا۔

رمضان المبارک کا مہینہ گویا مومن کے صبر کا سالانہ امتحان ہے اس میں صبر کی ایسی ہمہ پہلو مشق ہوتی ہے کہ مومن اگر اس کے تقاضے اور شرائط پوری کرے تو واقعی کندن بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: **من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہٗ ماتقدم من ذنبہ** "یعنی جس نے رمضان کے روزے پورے یقین اور ساری شرائط کے ساتھ رکھے اس کی گزری ہوئی زندگی کے سارے گناہ بخش دیئے گئے" کتنا بڑا انعام ہے اور کیسا نفع کا سودا ہے۔ یہ احتساب کیا ہے؟ یہی کہ جیسے پیٹ کو کھانے پینے سے دن بھر باز رکھا اور جنسی عمل سے رکے رہے اسی طرح زبان کو جھوٹ اور غیبت سے کان کو فحش کلامی اور گندے گیتوں سے ہاتھ پاؤں کو برائی سے اور دماغ کو بری سوچ سے باز رکھا تو یہ اصل صبر ہے اور اسی کو احتساب کہتے ہیں۔

اور اگر یہ صورت نہ ہوئی تو اس صبر کا نتیجہ حضور اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ "کتنے روزہ دار ہیں کہ بھوک پیاس کے علاوہ جن کے پلے کچھ نہیں پڑتا" صبر کے مفہوم میں دوسری صورت یہ ہے کہ اگر ایسے حالات پیش آ جائیں جو انسان کو رنج مصیبت اور مشقت میں ڈال دیں تو مومن کا ردِعمل یہ ہوتا ہے

ہر کہ از دوست می رسد نیکوست

یعنی محبوب کی طرف سے جو ملے وہی اچھا ہے اس ردِعمل کا نام بھی صبر ہے جس کی نشاندہی رب العالمین نے ان الفاظ میں فرمائی کہ: إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (سورۃ البقرہ آیت 156) "یعنی اہل ایمان کو جب کوئی مصیبت آئے تو کہہ اٹھتے ہیں ہم اللہ کی ملکیت ہیں اور ہمیں لوٹ کے اسی کے پاس جانا ہے" پھر غم کس بات کا۔ یہ ردِعمل ایسا پسندیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی کہ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (سورۃ البقرہ آیت 153) جس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جائے اس کی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔ اور اگر اس کے برعکس ردِعمل ہو کہ مصیبت آئے تو انسان واویلا کرنے لگے، گلہ شکوہ کر دے، بال نوچنے لگے، سینہ کوبی شروع کر دے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انسان، اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے خلاف احتجاج کر رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مومن سے ایسی گری ہوئی حرکت کی توقع نہیں ہوسکتی۔ ایسا کرنا ایمان کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مقدس اور مبارک مہینے کی برکتوں کو سمیٹنے اور اپنے اندر صبر کا وصف پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

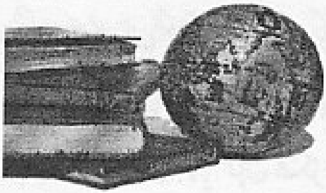

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن راولپنڈی بورڈ اور
پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے
پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ سائنس کالج

داخلہ جاری ہے

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی
(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)

داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1

پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ
چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک
قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم
(صحت افزاء مقام)

شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع

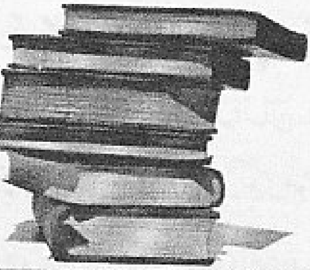

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ڈائریکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)
مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں
صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200
For Feed Back: siqariah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com
viceprincipal@siqarahedu.com Visit at: www.siqarahedu.com

From the Holy Prophet (SAW) seek Allah and from Allah seek the love of Holy Prophet (SAW). Etiquettes must be observed in naats. It is often written that ummah is in bad shape. It is worth asking as to why is it in bad shape? The ummah itself is responsible for sorry state. The Prophet (SAW) has not restricted his mercy nor will ever do so but if there is no one to hold on to Him (SAW) what can be said.

If we have association with His annunciation our naat would like this; O' Prophet (SAW) what can I do to please you?

We ask our friends as to what makes them happy. If we love our children we seek their happiness, we love our parents and want to serve them. Why don't we dare ask our beloved Prophet (SAW) as to what he has to say about our sinful beings? What can I do to correct myself? We can't write such a naat; Satan has diverted us of such courage.

We left the annunciation of the Prophet (SAW), we thereby left the congregation held regarding the noble birth of Prophet (SAW) and started celebration without any limits. Funds will be collected on the name of "Milaad" (birthday celebration). Loud Speakers will be put on trailers, tractors, camels and houses and impudence will be done in the name of naat. The traffic will be disrupted, people earning on daily bases will find no work, the shops would be closed, the show would be on and the police will be standing on guard. Then someone will blast a bomb and thus people will die and called martyr s. What kind of martyrdom is this what if the dead does not even know the "Kalima" nor the precepts, nor "salah". What if he is unacquainted with "deen"? The one who is hanged by the court is also called shaheed; the one killed by terrorist is also called shaheed.

Shaheed are those who dedicate them selves to ALLAH. They eat what Allah allows them to eat, they earn as permitted by ALLAH and spend where HE permits them. These are living shaheed and when they die they are shaheed.

Our nation has forgotten this lesson, We are lost in milaad, our destination is the annunciation of the Holy Prophet (SAW). which is a revolution which only took place once in human history. The sun of this annunciation is as bright as it was the day it rose and will always shine. If people fail to appreciate and recognize the importance of such a big revolution what can be said? Our life, honor and survival is associated with the annunciation Ask your Prophet (SAW) that I am foolish, sinful but still let me know what I can do for you? What can I give you? Now a days people have left obligation and follow rituals and have given these innovations the status of "deen". Please for ALLAH's sake stop them from such things, As a result of all these things we are killing one another even the Mosques are not safe because ALLAH's protection is associated with annunciation of the Prophet (SAW). When we severed our connection with it, our protection too was taken away. Today there are bomb explosions inside mosques. Is there not a single person whose sincerity might avert the tragedy? This destruction is going on because we have made mockery of "deen". The Government is awarding official martyrdom. Is government responsible for giving martyrdom or it is ALLAH's court that awards it.

One thing must be understood and told others that our beginning and our end, our excellence and our destination is all in obedience to the Holy Prophet (SAW), and association with the annunciation of the Prophet (SAW).May, ALLAH forgive our sins and grant us the capacity to associate ourselves with the annunciation of the Prophet (SAW). Aameen.

about Allah's commands. This is what is required and the aim of life and there is only one door from where you can get it i.e. the Holy Prophet (SAW).

In the form of Prophet 's annunciation Allah opened up his door of mercy forever. This is because His creation made wrong decisions and as a result became distant to their creator. Allah wanted to save His sinful servants because this was demanded by His mercy, so He annunciat ed the Holy Prophet (SAW) "and you were on the bank of the pit of fire and He rescued you from it" 3; 103 Allah annunciated His Prophet (SAW) of mercy who rescued them and made them stand in line of lovers of Allah. Is there any reason for avoiding His commandments?

People have diverted the attention of the nation from this aspect. People get lot of money for making speeches and lot of money is showered upon those reading naat's just as earlier singers were showered with money. Speakers get money, airplane tickets, good food, if this is what is earned from speaking about the noble birth then this all is enjoyed even by the non-believers why go through the ordeal of being a Muslim?

Being a Muslim is not sport. One has to spend the life in accordance with Allah's likes. How will one earn? How will he eat? One has to relinquish all authority and observe the shariah of the Holy Prophet (SAW). Following one's own desires would mean living like an animal eating whatever comes ones way, what will be the outcome of such a life? Same as told by the Quran. Islam means taking guidance from the Holy Prophet on every trivial issue. Those who do not seek this guidance remain distant from Allah and faith. Quran tells us their fate in the grave, how they are treated and punished. It also tells us how the obedient are received and rewarded for their obedience. Taking guidance from the Quran is also associated with annunciation of the Prophet (SAW). Tell the people that after the annunciation of the Prophet (SAW) a single glance enlightened a person's 2.5 trillion body cells. The cells which die will also be brought forward for recompense. The time for which each cell remained alive; if the person did noble deeds each cell will be rewarded or otherwise punished. This is such a meticulous process, A saying of the Holy Prophet (SAW) tells us that in hell a molar tooth of an infidel would be as big as the mountain, though it was difficult to comprehend but we believed as Allah is omnipotent, but now science has explained this that when all the cells will come together then everybody will be so big. The pious will benefit from being so big while the evil doers will accrue a proportionate punishment. But to know these eternal facts it is a must to be associated with the annunciation of the Holy Prophet (SAW). So all the listeners please make the people realize that all the blessings of Allah's nearness are associated with the annunciation of the Prophet (SAW). We are obliged to remind people of this forgotten lesson. Now a day no body even talks about it from the pulpit, people are not interested.

But it is divine wisdom that there will be such people till "qayamah" (doomsday) who would remember Allah. The slogan of prophet's annunciation will be raised till qayamah. It is now our responsibility to remind our nation not to indulge in foolish activities but to talk of Prophet's (SAW) annunciation; to ask the Prophet (SAW) what he likes and approves of. If we look at today's naats (eulogy of the Prophet) they are full of demands; O' Prophet call me to Madina; no body says accept me at karbala. Where there is some advantage everyone is ready and where something is to be given back nobody is interested. All they seek even through the Holy Prophet (SAW) is worldly wealth, rizq and material means which Allah has already distributed. If a person is associated with Prophet's annunciation he seeks divine refulgence and nearness.

should we go to the level where even a non-believer, a polytheist a thankless person is standing, as whatever they enjoy, be it health, wealth, power all is due to the Prophet (SAW)'s noble birth. But to acquire divine cognition and a sincere love of Allah a believer's relationship with Allah is the relationship with the annunciation of the Prophet (SAW)

Any message to understand this status and to tell people about this relationship which has certain demands and etiquettes.

When we talk of annunciation we will certainly be talking about commandments, The Prophet (SAW) gave answers to the entire mankind about every thing. He told them as to who was the creator and sustainer of this vast universe. What was the aim of life and death? How can we spend a beautiful life with a tranquil heart? What is the way to successful on the Day of Judgment? What is to achieve eternal life? Because of Prophet (SAW)'s annunciation a believer gets a connection with all these aspects. It involves observation of rules and limits, where as when we talk of only birth it involves no do's and do not's, no mention of halal (legitimate) or haram (illegitimate). Just think for a moment that from birth to forty years of his (SAW) noble life did any one become a companion? Did anyone get divine cognition? Did anyone know about the questioning in Akhirah (life in hereafter)? Did anyone know about Allah's likes and dislikes? Did they get to know the sins and rewards? All this was known when the Prophet (SAW) was annunciated, Anyone getting a glance became a companion (RAN). The Quran tells us that each and every cell of their bodies became zakir. Today science tells us that a body has two and a half trillion cells whose life is six months which is replaced by another cell. In other words a person becomes double in a year. One single glance of the Prophet (SAW) made these 2.5 trillion cells enlightened and zakir with Allah's name, This status of companionship was conferred upon people after the annunciation of the Prophet (SAW) and not after birth. With the annunciation began the advent of Islam and this gave divine cognition. When we were young there used to be congregations held on the occasions of melad-un-nabi in mosques and scholars would speech on the occasion. Then instead of congregations, processions started. In the congregation held in mosques etiquettes were observed nobody would speak, or light a cigarette etc. but in processions none of these etiquettes are observed. They chant slogans and make noise. Then came jashn-e-milad-un-nabi. Jashan or celebration means, one is free to celebrate as he likes. There are no restrictions. These include actions against shariah and now they have gone a bit too far. They place chairs on carts and believe that the Holy Prophet is sitting on them with his companions (RA). Did the Holy Prophet (SAW) come to teach such rubbish. They do not mention his annunciation at all because if they do so they will have to talk about obedience to Allah and to what the Holy Prophet (SAW) has taught; what he has allowed and what forbidden. O' foolish people! talk about his annunciation you will see divine refulgence. Why do you feel scared of Allah's commandments? His commandments are a source of eternal mercy. These are not the orders of Zardari or Gillani or like the order of the governor of Punjab. These are divine commandments which are a source of comfort for people. We get scared of the very word 'commandment' as we have seen the worldly rules whose commands are nothing but a torture. While Allah's commandments are harbingers of glad tidings, they tell a believer how he can get closer to his lord. Where as when a creation orders another creation, the aim is to subjugate the other. The command given by Allah and His Prophet (SAW) aims at how to be satiated with divine refulgence and to get divine cognition thus nearness to Allah. Please don't be afraid to talk of annunciation because you will have to talk

blessed with for all times to come. But we fail to prostrate, it has become a burden for us.

Prophets(AS) of Allah with whome Allah had a dialogue, upon whom divine refulgence would pour, then the Prophet (AS) upon whose invoking Allah let the entire nation sink. Those Prophets for whose succor angels would descent, who were near Allah and dissipated His light, They were in a need of offering at least two rakat behind the Holy Prophet (SAW). This was a beautiful medal conferred upon them by Allah for on the Day of Judgment they should have a medal of obedience and adherence to the Holy Prophet (SAW).

For us the path of obedience to the Prophet (SAW) is open for our entire life but this has become a burden for us. A person who has no recognition of diamonds if he is given loads of diamonds they will become a burden for him. For him it is this same whether you give him stones or diamonds. But to a person who knows the value of diamonds if you give a small piece he will appreciate it. It is a matter of knowing; those who know they follow each and every action of the Holy Prophet (saw).

The reason behind our downfall is that we stopped talking about the annunciation of the Prophet (SAW) because if we talk about annunciation we will have to obey the Prophet (SAW). The blessing for which Prophets and messengers were brought back from "barzakh" into this world has become a burden for us and we only talk about the noble birth of the Holy Prophet (SAW). It is good to talk about the birth of the Prophet. Everything said about him is worship. But is the joy of his birth only for the Muslims to cherish? The Prophet (SAW) is mercy for the entire world. It includes everything in the universe save Allah. Prior to the annunciation of the Prophet (SAW) whatever was given to creation, life, energy was due to Allah's mercy. The sun, air, water, stars, planets, arsh, kursi, all the terrestrial and heavenly creations got life due to Allah's mercy and Allah personified His mercy into the noble personage of the Holy Prophet (SAW). In other words He (SAW) is the link between the creator and the creation. These physical bounties were dissipated through the Holy Prophet (SAW) even before he was born and when He (SAW) came to this world, unlimited blessings were showered on this world. Firstly collective punishments ended, whenever the Prophet (SAW) stepped that place became auspicious. The animal He (SAW) would ride, would run faster. There were the blessings which even those people enjoyed who did not recite the kalma. Physical benefit were enjoyed by the entire universe but the real benefits which was enjoyed by a believer was not enjoyed by a non -believer. A believer is associated with the annunciation of the Holy Prophet (SAW). His (SAW) noble birth should be celebrated by every creation, be it a man, jin, angels, earth and all that is in it, as they are receiving mercy because of him (SAW). Why should we the believers stoop so low as to stand where we get benefits at the same level as non-believers. Why don't we build our relationship where we get divine cognition, divine refulgence and the grace of the Holy Prophet (SAW) is also in view. A believer must keep his relationship with the annunciation of the Holy Prophet (SAW).

When the Holy Prophet (SAW) turned forty, He (SAW) was annunciated as Allah's messenger. So he was born in Rabi-ul-Awal and was annunciated in Rabi-ul-Awal. Then in ramadhan the "wahi" (divine communication) started to be revealed. Be it Rabi-ul-Awal or ramdhan what is the relationship between a believer and the Holy Prophet (SAW)? This relationship is tied because of divine commands which did not come with the noble birth but with the annunciation. Every particle of the universe has a relationship with the noble birth and this is general relationship whereas a believers, relationship is specific with the annunciation of his Prophet (SAW). Why should we come down to general relationship leaving our special stand? Why

ANNUNCIATION OF THE PROPHET (SAW)

Translated Speech of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan
Monthly Ijtimah- March 2009

Remaining from May-2010

This is the basis of mankind but only that person will achieve the status of being human who will enter Islam and the one's not blessed with the light of faith are defined as animals or even worse. As animals have not been granted the capacity to know Allah while they were blessed with this capacity but they chose to live like animals. The ones blessed with the light of faith are considered human. What is the light of faith? It is by developing a relationship with the Holy Prophet (SAW). Over destination is oneness of Allah as told by Allah and the source of reaching Allah is through the annunciation of Prophet (SAW). So our destination is Muhammad-ur-Rasool Ullah (SAW) and His annunciation. All our queries are answered by the annunciation of the Prophet(SAW). Allah says who obeys the Prophet (SAW) obeys Allah. If you become the servant of the Holy Prophet(SAW) you have rightfully obeyed Allah. A muslim's success is that he surrenders his likes and dislikes before the likes and dislikes of the holy Prophet (SAW).

His is a Muslim's destination but today we have become so week that practically we eat what the Prophet (SAW) has declared haram (prohibited) and what He(SAW)has said to be halal (legitimate) we can't do that. Today we fail to prostrate before Allah. Allah's Prophet are extremely exalted in status, all of them were very close to ALLAH and were annunciated with the excellence of divine cognition which they dissipated amongst people. While Prophets are very exalted even those who believed in Prophets are great people. The Prophet (SAW) says about his companions that a companion spends a handful of barley in ALLAH's cause excels in reward of non-companion spending gold of the volume of Ohud mountain. This is because the sincerity and devotion of companion, his relationship with Allah and his spirit of obedience cannot exist in a non-companion. If this is the status of a companion what would be the status of Prophet (SAW)?

The HOLY Prophet (SAW) enjoys a unique exaltation because HE (SAW) has been sent as mercy to the entire universe. All the Prophets of Allah received their share of mercy through the HOLY Prophet (SAW), but they did not get the chance to obey him (SAW) in this world because they came and left in their own time. ALLAH gave this chance to his beloved Prophet (SAW) on the night of miraj when all the Prophets from ADAM (AS) to ISSA (AS) were brought to Bait-ul-Muqddas and granted the august company of the HOLY Prophet (SAW). All those, who in their own time dissipated divine cognition and guidance to Allah's creation, some fell martyr in this cause, so all of them were called back from barzakh to offer two rakaat salah(صلوٰۃ) behind the Holy Prophet (SAW).

Prostrating in obedience to the Holly Prophet (SAW) is a blessing which we as muslims have been

of light shooting through their bodies, even through the soles of their feet!"

This condition of (Zikr) is called 'Sultan al Azkaar", and is achieved when every cell of the body starts to do Zikr. In this state the skin, flesh and hair, all start radiating light. May **Allah**swt shower His Mercy on them! They themselves were incredible people, in whose vision the outer and inner self (of people) was manifest like broad daylight.

Among Hadhrat Abdur Raheem's students was also Makhdoom Sadar ud Deen of Kot Miana. In 1938, some of his relatives were falsely accused of murder. When the case came to the court of a British Sessions Judge, Maulana Abdur Raheemrua went and spread his prayer mat in a corner of the court room and started praying. When the main witness was called, he fell down in a swoon. On reviving, he started uttering gibberish nonsense and was considered unfit as a witness and the false murder charge was thrown out of court. To this day, the Makhdoom family attributes this miracle to the prayers of Hadhrat Abdur Raheem rua. Such cases are a norm of the village life and are forgotten with time, but this case of 1938 is still remembered as a Karamah (wondrous act) of Hadhrat Maulana Abdur Raheem rua.

When Hadhrat Abdur Raheemrua faced a period of adversity after his retirement, Makhdoom Sadar ud Deen got the honour of supporting him. Makhdoom Sahib had a daughter who joined her father in Zikr with Hadhrat Abdur Raheemrua, and later continued her spiritual training under Hadhrat Ji rua and as such has the honour of being the first female member of the Silsilah Naqshbandiah Owaisiah. Recounting the Zikr sessions with Hadhrat Abdur Raheem rua, she mentioned that during Zikr when he involuntarily cried 'Allah' he would be overcome with weeping.

Hadhrat Abdur Raheemrua had another student by the name of Manzur Husain Shah who was very advanced spiritually and had attained Kashf (spiritual vision) and could observe (Divine) mysteries and secrets with open eyes. He would place himself under severe constraints and undue hardships, and expect other devotees to do so as well. Once Hadhrat Jirua sent someone to him for training, but he sent him back saying he could not accept a student who could not pass the entire day in one Wudhu (ablution).

Before Hadhrat Jirua's arrival, he occupied a special position due to his knowledge, Kashf and asceticism. As Hadhrat Jirua by-passed him in spiritual knowledge, he became extremely jealous and after the death of Hadhrat Abdur Raheemrua, under the effect of his conceited piety, detached himself from Hadhrat Ji rua, who was his Shaikh. Due to this severance, he gave up Zikr, Salah and fasting, and finally renounced Islam. His last wish was to have his body burned instead of being buried. He was not burned, but was sealed off in the room he had died in, along with his musical instrument.

Even today the harrowing tale of this man is repeated in and around the area of Langar Makhdoom. May **Allah**swt protect us from casting aspersion on the Shaikh and renouncing Tasawwuf! A Seeker on the Path is like a rider on the wings of the wind, who is unlikely to survive in case of an accident.

Take warning, then, O ye with eyes to see.' (al Hashr:2)

Hadhrat Jirua spent about 14 years in the company of Hadhrat Abdur Raheem rua. In the beginning they would do Zikr together at the grave of Sultan ul Arifeen, Hadhrat Allah Din Madni rua but later due to Hadhrat Abdur Raheemrua's deteriorating health, Hadhrat Jirua did it alone with Hadhrat Allah Din Madnirua, who was personally training Hadhrat Jirua during that period. However, out of respect, Hadhrat Jirua would go and do Zikr with Hadhrat Abdur Raheem twice daily, in the mornings and evenings.

In the last 4 years of his life Hadhrat Abdur Raheem rua lost his eyesight and he passed away, after prolonged illness, on Wednesday, the 30th of January 1957 in Langar Makhdoom and is buried next to his Shaikh in the courtyard of the mosque. He was 101 years old and out of these he had spent 77 years in Langar Makhdoom. His two sons died young and he was survived by his two daughters, whose families still live there.

He was slim and of middle height and had a fair and rosy complexion with a long beard. He always carried a cane stick with him and when he sat down for Zikr he always covered himself with a cloak (chador). He would sign off his letters as: 'This sinful person' (Banda Atheem) Abdur Raheem, but his literary works were signed off as 'Faqeer Abdur Raheem'.

His simple grave at the side of his Shaikh under the open sky, not only speaks volumes about this simple Faqeer's life but is also a testament to his attachment to his Shaikh, an attachment, which even death couldn't sever. Once he arrived at his Shaikh's side he never left. He gave up his family, his home, postings and career and spent 72 years with his Shaikh. In return for this affection he was granted space to be buried by his side but even here out of respect he is buried towards his feet.

As Hadhrat Abdur Raheem's father was a diabetic, he discontinued giving Tawajjuh himself after the first Latifah, and sent him to Multan for further spiritual lessons, to a Wali Allah, who was an officer in the Prosecuting Branch of the Police Department. This saint was blessed with Kashf (spiritual vision); after his duty hours, he spent the whole time in **Allah**'s remembrance and instructing his (spiritual) pupils. He made Hadhrat Abdur Raheem repeat the Latifah Qalb and after a year's training, sent him home with instructions to return the following year. When he retuned, he was instructed to devote yet another year to his current lesson. In this manner, he taught only one Latifah in two years and thus the seven Lata'if of Hadhrat Abdur Raheem [rua] were completed in 14 years, meanwhile he continued with his normal education as well. When he returned to Peerkot Sadhana from Multan, his day was spent in studying, while the nights were reserved for Zikr. After 14 years, when his Lata'if were strong enough, he was given the next spiritual lesson of the three Maraqbat by his father.

After completing his education Hadhrat Abdur Raheem joined the Revenue Department and was transferred to Langar Makhdoom in 1880. In 1884, he visited the grave of Hadhrat Sultan ul Arifeen Khawajah Allah Din Madni[rua]. From then on for three years he did Zikr on his Lata'if, Muraqbat and recitation of the Quran here, after which he was able to make spiritual contact with Hadhrat Sultan al Arifeen. Along with the Maraqbat he was blessed with spiritual vision, which made it possible for him to hold spiritual discourse with his Shaikh. Hadhrat Ji [rua] often remarked that an ardent Seeker always gets to understand (the spiritual communication). And the Seeker got to understand it so well that Maulana Abdur Raheem spent the rest of his life at the grave of his Shaikh, Hadhrat Sultan ul Arifeen and after years of unstinted effort attained the exalted station of "Fana fir Rasool [saws]".

He was highly respected in the Revenue Department and many renowned revenue officers were his students. In recognition of his ability, he was offered many promotions, but as these meant transferring to other parts of the country, he preferred to give up his career and remain by the side of his Shaikh permanently. He formulated the Land Reforms of Langar Makhdoom in 1935 and settled here after retirement. A distinctive feature of Hadhrat Abdur Raheem's personality was that he belonged to a balanced Ahl-e Hadith school of thought. Balanced religious views foster broad-hearted accommodation and the ability to discern truth. For this reason, he allowed Hadhrat Ji [rua], who at this stage was not a believer in visions of the grave to experience this reality for himself. He knew that no proof could be greater than one's personal experience. Later whenever Hadhrat Ji [rua] spoke on this subject he would first cite solid proofs and then conclude: 'Although weighty proofs exist about vision and discourse with the dead, but when I myself speak with the dwellers of Barzakh then there remains no need for any further proof.'

People from diverse schools of thought and deniers of this reality came flocking to Hadhrat Ji [rua], but once the eye of their heart opened, they realised that the (religious) beliefs, which are presented differently by various schools of thoughts and thus confuse people with weighty jargon, are essentially the same.

Hadhrat Ji[rua] met Hadhrat Abdur Raheem[rua] when he was already into advanced age. Although Hadhrat Ji [rua] considered him his Ustad (teacher), but he was not permitted to give Tawajjuh to Hadhrat Ji [rua] at the grave of Hadhrat Sultan al Arifeen, where he (Hadhrat Ji[rua]) was given direct Tawajjuh by the Shaikh in the grave. Hadhrat Ji [rua] stated that he never received Tawajjuh from any one other than Hadhrat Sultan al Arifeen.

Hadhrat Maulana Abdur Raheem[rua] had other students apart from Hadhrat Ji[rua]. One of his students was Wazir Ali[rua], a Tehsildaar (land official of a sub division) of Lalian who studied continuously for a year and thereafter returned every 15 days for further lessons. During those early stages, Hadhrat Ji [rua] would also go to Lalian to do Zikr with him. Another student was Maulvi Muhammad Akbar[rua] who besides being a landlord was also an 'Alim (scholar), and remained in contact with Hadhrat Ji[rua] throughout his life. In his old age he settled in Sindh. Annually he would come to pay his respects to Hadhrat Ji[rua] who would receive him with great affection and insist he sit next to him on his bed.

The author of the original Urdu biography last met Maulvi Muhammad Akbar in 1978 in Munara at the home of Haji Akbar. Due to heavy rains, the Annual Ijtema' (gathering) had been cut short and Hadhrat Ji [rua] was residing with Haji Sahib. There was a heavy throng of devotees and one morning Maulvi Muhammad Akbar described their condition. "These people are incredible; I wake up at midnight and find them resting on the bare floor and I see sheets

HAYAT-E TAYYEBAH

(A Life Pure and Noble)

Chapter 4

Hadhrat Maulana Abdur Raheem rua

Hadhrat Maulana Abdur Raheem[rua] was of Arab lineage belonging to the Hashemite clan. He was a descendant of Hadhrat Zaid bin Hassan bin Ali[rua]. His forefathers had arrived in the subcontinent with the conqueror of Hind, Hadhrat Muhammad bin Qasim[rua]. They chose to settle in Multan and set up centres of Islamic learning, which led to Islam spreading throughout the area of Multan, Jhang and the villages along the bank of the Chenab River.

Hadhrat Abdur Raheem[rua]'s paternal great grandfather, Mian Fateh Muhammad, on orders from his grandfather Mian Shah Muhammad[rua] had set up a religious institution in Peerkot Sadhana in the Jhang district which then was passed down to his father Maulvi Ghulam Nabi[rua] and it was here that Hadhrat Abdur Raheem[rua] was born in 1855.

Hadhrat Abdur Raheem's family was very academic and scholarly. A manuscript of his father Maulvi Ghulam Nabi titled 'Zulfiqar-e Ali Barr A'ada- As-hab-e Nabi [saws],' is still preserved in the family library. The book is in Persian and Urdu and comprises 250 pages. Besides, he hand-wrote and preserved 'Intekhab-e Hadith azz Istibsar' (Arabic 184 pages), and 'Sumar ut-Tankeeth' Sharah Ibyat Jalal ud Din Seyuti (Persian 200 pages). Hadhrat Abdur Raheem[rua]'s brother Maulvi Abdus Samad Yar Muhammad[rua] was a famous debater of his time and the author of the famous work "Nahurul Hayat" which was written in answer to the Shia book "Falakul Nijat" by Dr. Noor Husain Sabri. The manuscripts of his speeches relating to various occasions and Islamic festivals are a priceless literary treasure.

Only two manuscripts of Hadhrat Abdur Raheem[rua] could be found, the 310 page "Jam-e Qawaneen" in Persian completed on 6 October 1891 C.E. and the Persian Poem of Hadhrat Maulana Jami's "Laila Majnoon", completed on 1st Muharram 1312 H. Numerous explanations by Maulana Abdur Raheem [rua] appear on its margins. Calligraphic beauty of the treatise reflects his deep love for Maulana Abdur Rahman Jami.

Besides religious dissertations the family also produced famous poets. Hadhrat Abdur Raheem's great grandfather Maulvi Abdul Ghafoor was the author of a collection of poetry (Diwaan) in Persian, and his own brother Maulvi Abdus Samad who was mentioned earlier was a Punjabi poet. Another ancestor wrote poetry under the pen-name of Ibn-e Yameen. His Dewaan (poetry collection) "Kalaam Ibn-e Yameen" and Hadhrat Abdur Raheem's "Jam-e Qawaneen" and "Laila Majnoon" are preserved in the library of Dar ul Irfan, Munara.

The literary treasure of Maulana Abdur Raheem[rua] and his family, that is still preserved[1] , exceeds one thousand priceless books covering a wide range of topics including Fiqh (Islamic law), Hadith, Tib (natural medicine) and Tafseer (commentary on the Quran). A 397-page thesis on Tib called "Tib ul Karam" is considered a masterpiece. Forty-one carefully preserved manuscripts add a great value to the family library. This literary treasure of Hadhrat Abdur Raheem[rua] and his ancestors speaks of their deep love for knowledge and a strong attachment with the religion.

Hadhrat Maulana Abdur Raheem's father Maulvi Ghulam Nabi was not only a 'Alim (scholar), but also a Sufi. He belonged to the Naqshbandiah Mujaddidiah Order and had progressed to the (first) Three Stations (on the Path or Sulook). From an early age he arranged for the spiritual education of Hadhrat Abdur Raheem[rua] along with his outward religious schooling and himself conducted his Latifah Qalb.

In one of his recorded interviews, recounting the spiritual education of Hadhrat Maulana Abdur Raheem, Hadhrat Ji-rua explained that sometimes when a Shaikh, who suffers from an ailment gives Tawajjuh to his student, due to the intensity of the Tawajjuh, the disease is contracted by the Salik (student).

---

1 Regretfully, most of the books have now been destroyed by termites.

قد أفلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the name of his Rabb. And then prays.

MONTHLY

Al-Murshid

June 2010

خير الذكر الخفي وخير الرزق ما يكفي (الحديث)

The Best Zikr is the hidden Zikr and the best livelihood is which suffices all needs

Devotion, Respect and obedience are requisites of tasswuf. If any of these is missing no achievement can be made in tasswuf.

Ameer Muhammad Akram Awan

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE